اعتقادات امامیہ

توحید

عدالت

نبوت

امامت

قیامت

رجعت...

SIBTAIN.COM

ناشر: مکتبة السبطین ۲۲۳-اے ٹاؤن سرگودھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رسالہ شریفہ

اعتقاداتُ الامامیّہ

فی

ترجمہ الرسالۃ اللیلیۃ

تصنیف و تالیف

فخر الاولین والآخرین رئیس المحدثین عالم ربانی حضرت علامہ محمد باقر المجلسی الاصفہانی اعلی اللہ مقامہ

SIBTAIN.COM

ترجمہ و تحشیہ

صدر المحققین علامہ شیخ محمد حسین نجفی صاحب قبلہ مجتہد العصر صدر موتمر علمائے شیعہ (رجسٹرڈ) پاکستان

تعریف و تقریظ

حجۃ الاسلام علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ سربراہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ

تعارف و تقدیم

جناب مولانا سید حسین عارف صاحب نقوی ایم اے

طبع و نشر

مکتبۃ السبطین

۲۹۶/۹۔بی سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : اعتقادات امامیہ فی ترجمہ الرّسالۃ اللّیلیۃ

تصنیف : علامہ محمد باقر المجلسی اعلی اللہ مقامہ

ترجمہ وتحشیہ : علامہ شیخ الحاج محمد حسین نجفی قبلہ مجتہد العصر

طبع ونشر : مکتبہ السبطین ۲۹۶/۹۔بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا

سن اشاعت : ۲۰۰۶ء

کمپوزنگ : محمد مجتبیٰ

اشاعت : بار سوم

قیمت : ۳۰ روپے

فون نمبر : ۰۴۸-۳۲۱۷۱۹۱

SIBTAIN.COM

باسمہ تعالیٰ

یہ رسالہ شریفہ واعجالہ منیفہ اعتقادات امامیہ در ترجمہ رسالہ لیلیہ اس دیدہ زیب اور دلکش شکل وصیت میں مومنین کے مدت سے مشتاق ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے یہ جناب مستطاب الحاج چوہدری محمد اقبال صاحب آف اسلام آباد کے مخلصانہ تعاون کا ثمرہ ہے جناب موصوف نے اپنے والدین شریفین کے ایصال ثواب کی خاطر اس عجالہ منیفہ کی طباعت واشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ دعا ہے کہ خداوند عالم آپ کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کے والدین شریفین کی مغفرت فرمائے اور آپ کو بیش از پیش اس قسم کے کارہائے خیر کے انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ بجاہ النبیؐ وآلہٖ

(وانا الاحقر محمد حسین نجفی عفی عنہ سرگودھا)

۱۵ مئی ۲۰۰۶ء

SIBTAIN.COM

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۔	تقریظ	۶
۲۔	مقدمہ	۷
۳۔	اور کچھ مترجم کے بارے میں	۱۲
۴۔	گفتار اولین	۱۶
۵۔	اعتقادات الامامیہ	۱۹
۶۔	ضرورت وسیلہ	۲۴
۷۔	ضرورت حدیث	۲۹
	پہلا باب	
۸۔	معرفت توحید کا بیان	۳۷
۹۔	تکلیف شرعی کا بیان	۴۱
۱۰۔	قضا وقدر کا اجمالی بیان	۴۴
۱۱۔	قرآن پر ایمان رکھنے کا بیان	۴۵
۱۲۔	ملائکہ پر ایمان رکھنے کا بیان	۴۶
۱۳۔	حلول اور اتحاد کا بیان	۴۷
۱۴۔	رویت باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ	۴۷
۱۵۔	ضروریات دین کا بیان	۵۳

SIBTAIN.COM

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۶۔	عصمت نبی وائمہ کا بیان	۵۷
۱۷۔	تفویض کی نفی کا بیان	۵۹
۱۸۔	تسلیم ورضا کا بیان	۶۱
۱۹۔	ملائکہ کا مقدس تذکرہ	۶۶
۲۰۔	عصمت ملائکہ کا بیان	۶۸
۲۱۔	فشار قبر کا بیان	۶۸
۲۲۔	جنت وجہنم کا بیان	۷۰
۲۳۔	شفاعت نبی وائمہ کا بیان	۷۴
	دوسرا باب	
۲۴۔	کیفیت عمل کے بیان میں	۷۷
۲۵۔	نیت کی حقیقت کا بیان	۸۰
۲۶۔	حقیقی معلم کی تلاش	۸۸
۲۷۔	اسرار الصلوٰۃ کا بیان	۹۴
۲۸۔	ادعیہ جات	۹۵
۲۹۔	صوفیوں کی غلط روش پر تنقید	۹۹
۳۰۔	نوافل اور نماز تہجد کا بیان اور کچھ زریں ہدایات	۱۰۳
۳۱۔	بعض اذکار واوراد مسنونہ کا بیان	۱۰۴
۳۲۔	زریں ہدایات	۱۰۸

SIBTAIN.COM

تقریظ صداقت حفیظ سرکار علامہ مفتی جعفر حسین قبلہ مدظلہ

سربراہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ و سرپرست موتمر علماء شیعہ پاکستان

باسمہ سبحانہ

رسالہ لیلیہ مجدد ملت جعفریہ آیۃ اللہ المجلسی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے جو عقائد صحیحہ اثناء عشریہ پر مشتمل ہے اس کا ترجمہ العلامہ الحجہ مولانا محمد حسین صاحب قبلہ ابقاہ اللہ للعلم والدین نے فرمایا ہے اور اس پر مفید حواشی بھی تحریر کیے ہیں۔

ہر مومن کو چاہیئے کہ وہ اس سے استفادہ کرے اور اسے اپنے عقائد کی بنیاد قرار دے کیوں کہ یہی مذہب شیعہ کے صحیح عقائد ہیں جو اقوال و آثار ائمہ سے مستنبط ہیں۔

(مفتی) جعفر حسین گوجرانوالہ

مجدد ملت جعفریہ علامہ محمد باقر المجلسی اعلی اللہ مقامہ و رفع فی الخلد اعلامہ کا رسالہ اعتقادات الامامیہ کتب اعتقادیہ میں ایک خاص مقام رکھتا ہے، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اُردو زبان میں شائع ہو جناب العلامہ الحجہ مولانا محمد حسین صاحب دام علاہ نے اس کا ترجمہ فرمایا اور اس پر توضیحی حواشے بھی تحریر کیے۔

اب اس کی دوسری بار اشاعت کا بیڑہ ثالث الخیرین جناب سید محمد ثقلین صاحب کاظمی دام مجدہ جنرل سیکٹری ادارہ تبلیغ شیعہ اسلام آباد نے اُٹھایا جس میں مولانا موصوف نے حواشی میں معتدبہ اضافہ بھی کر دیا ہے جس سے کتاب کی افادیت و اہمیت بڑھ گئی ہے۔

توقع ہے کہ یہ اشاعت بھی سابقہ اشاعت کی طرح مقبول خواص و عوام ہوگی اور مومنین اسے اپنے معتقدات و نظریات کی بنیاد قرار دیں گے۔

مفتی جعفر حسین۔ گوجرانوالہ

۲۹ فروری ۱۹۸۰ء (باردوم)

مقدمہ

محقق اسلامیات جناب مولانا سید حسین عارف نقوی ایم اے اسلام آباد

تمام فرق اسلامیہ میں سے شیعہ ہی ایک ایسا فرقہ ہے جس کے جملہ عقاید و اعمال کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں، شیعوں کے علاوہ اگر کوئی اور دعویٰ کرتا ہے تو وہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اس کے لیئے کوئی عقلی یا نقلی دلیل فراہم نہیں کی جاسکے گی۔ یہ شیعہ ہی ہیں جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

یاعلی انت و شیعتک هم الفائزون یوم القیامة.

"اے علیؑ تو اور تیرے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب و کامگار ہوں گے۔"

SIBTAIN.COM

غالباً اسی وجہ سے جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جیسے شیعوں کے دشمن کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ "شیعہ اولی ماستیم" یعنی حقیقت میں شیعہ ہم اہل سنت ہی ہیں لیکن جب روافض اور زیدیہ نے اپنے آپ کو شیعہ کہلوانا شروع کردیا تو ہم نے (اتہام سے بچنے کیلئے) اہل سنت کہلوانا مناسب سمجھا۔ ہمارے قارئین یہیں سے یہ فیصلہ کرسکتے ہیں کہ کوفے کے جن افراد نے اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خطوط لکھے تھے وہ دراصل کون تھے؟ کیوں کہ بقول محدث دہلوی مرحوم "شیعہ اولی ماستیم"

صرف مذہب شیعہ ہی میں مُردے کو دفنانے سے پہلے اور دفنانے کے بعد تلقین پڑھی جاتی ہے، تلقین کیا ہے؟ شیعی عقاید کا تذکرہ، تاکہ مُردہ اور زندہ دونوں عقاید کو سُن لیں اور سمجھ لیں، وہ شیعی عقاید کیا ہیں؟ جو تلقین میں موجود ہیں سنیئے:

(۱) اللہ جلّ جلالہ رَبّی

(۲) مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَ آلِہٖ وَسَلَّمَ نَبِیّ

(۳) اَلْاِسْلَامُ دِیْنِیْ

(۴) اَلْقُرْآنُ کِتَابِیْ

(۵) اَلْکَعْبَۃُ قِبْلَتِیْ

(۶) امیر المومنین علیؑ بن ابی طَالِبْ اِلیٰ الحُجَّۃ المنتظر ائمتی

(۷) مَاجَاءَ بِہٖ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمْ حَقٌّ

(۸) اِنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ

(۹) سوال مُنْکَرٍ وَّ نَکِیْرٍ فِی الْقَبْرِ حَقٌّ

(۱۰) اَلْبَعْثُ حَقٌّ وَ الصِّرَاطُ حَقٌّ

وَ المِیزَانُ حَقٌّ وَ تطائر الْکُتُبِ حَقٌّ وَ الْجَنَّۃُ حَقٌّ وَ النَّارُ حَقٌّ

وَ اِنَّ السَّاعَۃَ آتِیَۃٌ لَا رَیْبَ فِیْھَا وَ اَنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ

یہ ہے شیعی عقائد کی مختصر فہرست، باقی تمام وہ باتیں جن کا اس میں واضح ذکر نہیں وہ ماجا بہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آجاتی ہیں اس لیے یہ کسی بھی شیعہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی کا بھی انکار کرے کیونکہ ایسا کرنا دین سے خروج اور بغاوت ہوگا۔ اصطلاحاً ایسے شخص کو مرتد کہا جائے گا اور اگر اسلامی حکومت ہو تو مُرتد کی سزا قتل ہے، اس کی تفصیلات کتب فقہ میں مل سکیں گی۔

البتہ شیعوں کے علاوہ جو دیگر فرقے ہیں ان میں توحید سے لیکر قیامت تک اور نماز سے لیکر جہاد تک بعض عجیب وغریب خلاف عقل ونقل باتیں ملیں گی مثلاً دیوبندی حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے علاوہ باقی سب مشرک ہیں لیکن وہ خود امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی کے رسالے ''یکروزی ص ۱۲۵ پر صاف موجود ہے۔'' خدا کا جھوٹ بولنا ممکن ہے۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں جو ''فتاویٰ رشیدیہ'' کے نام سے مشہور ہے ص ۲۵ طبع دہلی پر صاف لکھا ہے کہ: ''امکان کذب بایں معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے، اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مثلاً فرعون سے وعدہ ادخال نار کا کیا ہے مگر

اور خالِ جنتِ فرعون پر بھی قادر ہے۔"

حالانکہ سورۂ زمر میں صاف موجود ہے:

وَ اللّٰہُ لَا یُخۡلِفُ الۡمِیۡعَادَ۔ "وعدہ کیا اللہ نے اور نہ خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدے کے۔" یا بخاری شریف میں یہ الفاظ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا قدم جہنم میں ڈال دے گا۔

اور شرح "فقہ اکبر" طبع کراچی ص ۱۴۸ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں: لقد نقل ان الامام ابا حنیفہ قال رأیت رب العزۃ فی المنام تسعاً و تسعین مرۃ ثم رآہ مرۃ اُخریٰ تمام المائۃ

"یعنی حضرت امام ابو حنیفہ نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو خواب میں سو مرتبہ دیکھا۔"

امام ابن تیمیہ نے جو اھلِ حدیث اور دیوبندی دونوں کے مقتدا ہیں کا کرسی پر بیٹھ کر یہ کہنا کہ خدا بھی اسی طرح کرسی پر بیٹھتا ہے جس طرح میں بیٹھا ہوں اور اُس کی کرسی بھی اسی طرح چوں چوں کرتی ہے جس طرح میری اس سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا توحید حقیقی سے کہاں تک تعلق ہے؟

ان باتوں کو کہاں تک احاطہ تحریر میں لایا جائے، مختصراً شیعہ ان نظریات کو توحید باری تعالیٰ کے منافی سمجھتے ہیں اور جب توحید ہی کا یہ عالم ہے تو

خشتِ اول چون نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

شیعوں کے علاوہ کوئی اور فرقہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے عادل ہونے کو تو قائل ہی نہیں، اصولِ دین وایمان میں عدل شیعت کی پہچان ہے۔ اہلِ حکومت (؟) نے عدلِ خداوندی کو کیوں چھوڑا؟؟ ذرا مولانا شبلی کی زبانی سنیے وہ اپنی کتاب "علم الکلام" ص ۲۵ طبع کراچی پر تحریر فرماتے ہیں:

"اختلافِ عقاید کے اگرچہ سب اسباب فراہم تھے لیکن ابتدا پالیٹکس سے یعنی ملکی ضرورت سے ہوئی، بنی اُمیہ کے زمانے میں چونکہ سفاکی کا بازار گرم رہتا تھا، طبیعتوں میں شورش پیدا ہوئی لیکن جب شکایت کا لفظ کسی کی زبان پر آتا تھا تو طرفدارانِ حکومت یہ کہہ کر اس کو چپ کرا

دیتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کی مرضی سے ہوتا ہے، ہم کو دم نہیں مارنا چاہیئے۔

"اٰمنّا بالقدرِ خیرِہٖ و شرّہٖ"

نبوۃ کے بارے میں تو مخالفین شیعہ نے عجیب عجیب روایات گھڑلیں، مثلاً بخاری و مسلم میں ہے "عن ابی هریرۃ رضی اللّٰہ عنه قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلم لم یکذب ابراهیم علیه السلام الا ثلاث کذبات."

"حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین جھوٹ بولے۔"

لیکن جب اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو نبی ہی ہیں!! اس قسم کی روایات شیعوں کے مخالفین کی کتب میں بے شمار ہیں، مناظرہ مقصود نہیں صرف حقیقت کا اظہار مطلوب ہے۔ اور پھر حضرت عمرؓ نے آخری وقت میں جو حضورؐ کے متعلق فرمایا، اسے احاطۂ تحریر میں لانے کی ضرورت نہیں رہی۔ اب انبیاء علیہم السلام بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین تو ان کے بارے میں امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ کا فتویٰ شرح فقہ اکبر طبع کراچی ص ۱۲۸ پر ان الفاظ میں موجود ہے

"وَالدا رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه و آله وسلّم ماتا علی الکفر هذا رد علی من قال انهما ماتا علی الایمان."

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین نے کفر پر وفات پائی اس پر رد ہے جو کہتا ہے کہ انہوں نے ایمان پر وفات پائی۔

رہا مسئلہ امامت تو یہ تو اپنی تمام صفات کے ساتھ شیعیت کے ساتھ مخصوص ہے رہے غیر شیعہ تو بخاری شریف میں موجود ہے

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص اپنے امیر میں کوئی برائی دیکھے اور اس سے ناگواری محسوس کرے اسے صبر سے کام لینا چاہیئے کیونکہ جو شخص بالشت بھر بھی جماعت سے باہر ہوا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا

اور اسی بخاری و مسلم میں موجود ہے

''نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مطیع کی طرف آئے، یوم حرہ میں یزید بن معاویہ کے زمانے میں جب لوگ یزید کی بیعت توڑ رہے تھے۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ حضرت ابن عمر کے لیے تکیہ لاؤ۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں تمہارے پاس بیٹھنے کیلئے نہیں آیا بلکہ تمہیں تو ایک حدیث سنانے آیا ہوں کہ میں نے رسول اللہ سے خود سنا ہے کہ جو شخص اطاعت امیر سے ہاتھ کھینچ لے گا یعنی اس کی بیعت توڑ دے گا، قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے آئیگا تو اس کے پاس حجت اور برہان نہ ہوگی اور جو شخص مر گیا درآں حالیکہ اس کی گردن میں امیر کی بیعت نہیں وہ جہالت کی موت مرگیا۔''

چلیے حضرت امام حسینؑ پر تو جو فتویٰ عائد کرنا تھا کردیا مگر عبداللہ بن زبیر تو صغار صحابہ میں سے ہیں اور اگر اصحابی کالنجوم بھی صحیح ہے تو ان کی کیا پوزیشن ہے؟

اسی طرح آپ مخالفین شیعہ کے تمام اصول و عقائد کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ زیر نظر کتاب لیلیہ حضرت علامہ حافظ محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، مجلسی علامہ ان معنوں میں نہیں ہیں جن میں یہ لفظ آج کل ہر کس و ناکس کے لیے استعمال ہو رہا ہے بلکہ بقول مرحوم مرزا محمد تنکابنی: ''علامہ مصطلح است در یں کہ جامع علم منقول و معقول باشد''

''علامہ مجلسی ۱۰۳۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۱۰ھ میں انتقال فرما گئے۔ آپ سینکڑوں کتابوں کے مؤلف و مصنف ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب ''بحار الانوار'' کے آپ ہی جامع ہیں۔ یہ کتاب حال ہی میں ایران میں سو جلدوں میں ٹائپ میں شائع ہوئی ہے۔ کتاب کا ظاہر و باطن دیدہ زیب ہے۔ علامہ مجلسی نے اپنی اس کتاب میں دیگر کتابوں کی طرح ہر قسم کی صحیح، ضعیف، حسن وغیرہ احادیث کو درج کر دیا ہے اس لیے اس فن کا ماہر ہی براہ راست اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مجلسی کے زمانے میں بھی شیعوں پر اسی طرح الزام تراشی کی جاتی تھی جس طرح آج کل، آپ صحیح عقائد اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس کتاب کے مطالعہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے زمانے میں صوفیا حضرات اسلامی عقاید سے ہٹتے جا رہے تھے اور انھوں نے بعض من گھڑت اور اوراد و وظائف کو اصل دین سمجھا ہوا تھا کچھ اسی طرح جیسا کہ آج کل ہمارے ملک میں بعض نام نہاد صوفیا کر رہے ہیں مزارات پر بعض ایسے افعال شنیعہ ہو رہے ہیں جن کا شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مزارات کہ جنھیں دیکھ کر آخرت یاد آنی چاہیے تھی یہ عجیب اتفاق ہے کہ وہاں جا کر آخرت بھول جاتی ہے۔

کچھ مترجم کے بارے میں:

اس کتاب کا ترجمہ حضرت العلامہ استاذ العلماء حجۃ الاسلام مولانا الحاج محمد حسین صاحب قبلہ نجفی دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے۔ مولانا موصوف قوم کے جٹ ہیں اور ڈھکو شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں جہانیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، والد کا نام تاج الدین تھا، ابتدائی تعلیم ثانوی کلاسوں تک دنیاوی مدارس میں پائی پھر ذہن پر علم دین کا غلبہ ہوا اور ایک شیعہ دینی مدرسہ محمدیہ جلالپور ننگیانہ ضلع سرگودھا میں داخلہ لیا جہاں حضرت مولانا علامہ سید محمد یار شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ دربدھ رجبانہ ضلع جھنگ میں استاذ العلماء مولانا محمد باقر صاحب نقوی مرحوم سے کسب فیض کیا ۱۹۵۳ء میں امتیازی طور پر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں ۱۹۵۴ء سے ۱۹۶۰ء تک نجف اشرف میں رہ کر دینی تعلیم کی تکمیل کی وہاں کے اساتذہ میں آیۃ اللہ سید جواد تبریزی، آیۃ اللہ سید ابوالاعلیٰ سبزواری، آیۃ اللہ محسن الحکیم اور حضرت آیۃ اللہ بزرگ تہرانی صاحب قابل ذکر ہیں۔

آپ نے حسب دستور دیے ہوئے عنوان پر عربی زبان میں رسالہ لکھا اور یوں درجۂ تخصص کو بھی طے کر لیا۔ تخصص کے لیے ہماری زبان میں "علامہ"، "ڈاکٹر"، اور "پی ایچ ڈی" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں جب وطن مراجعت فرمائی تو اس وقت مرکزی دینی درسگاہ دارالعلوم محمدیہ سرگودھا کے مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے، ۱۹۷۱ء تک برابر گیارہ سال اس خدمت کو بحسن و خوبی سرانجام دیتے رہے، بعد ازاں بوجوہ چند در چند استعفیٰ پیش کر دیا، اس کے بعد سے آپ کو پھر کئی مرتبہ اس عہدے کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اب آپ نے ۲۲

کنال ۸ مرلے زمین سرگودھا میں حاصل کی ہے جس پر جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ تعمیر ہو رہا ہے اور برابر منازل ترقی طے کر رہا ہے اور مومنین کرام خصوصی توجہ فرما رہے ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے موٴلف اور مترجم ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

۱۔ رسالہ اصلاح المحافل والمجالس

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس رسالے پر بہت لے دے ہوئی اس رسالے کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں تیسرا ایڈیشن اسلام آباد سے فاضل نوجوان مولانا سید محمد ثقلین صاحب کاظمی مدظلہ، نے اس رسالے کی تلخیص کی صورت میں افادۂ عام کیلئے شائع کرایا ہے۔

۲۔ احسن الفوائد فی شرح العقائد

حضرت شیخ صدوق کی کتاب اعتقادیہ کی اردو شرح ہے عقلی اور نقلی استدلال سے پُر ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔

۳۔ اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ

احسن الفوائد فی شرح العقائد کے ایک باب پر جو تفویض پر مشتمل ہے پر بعض شیخی خیالات کے افراد نے علوم اہل بیت سے تہی دامن ہونے کی وجہ سے اعتراضات کیے تھے، یہ کتاب ان کے جوابات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں شیخیوں کے مقابلے میں شیعوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔

۴۔ اثبات الامامت:

اس کتاب میں ائمہ اثناعشر علیہم السلام کی امامت کو نصوص کتاب و سنت کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔

۵۔ سعادۃ الدارین فی مقتل الحسین

مستند واقعات کربلا پر مشتمل ہے، کیا ہی بہتر ہوتا اگر اس کتاب میں واقعات کربلا کے عادل عینی شاہد کی روایات بھی قلمبند کر دی جاتیں تا کہ اس مقدمے کو عدالت میں لے جانا آسان ہو جاتا۔

۶۔ تنزیہ الامامیہ:

پیر قمر الدین صاحب سیالوی نے شیعوں کے خلاف ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام "مذہب شیعہ تھا" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب کو شیعیت تو خیر اپنے گھر کے بارے میں بھی کچھ علم نہیں۔ یہ کتاب اس کی رد میں لکھی گئی ہے۔

۷۔ تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت:

"آفتاب ہدایت" کرم دین صاحب ضلع چکوال کی تالیف ہے، جو شیعوں کے خلاف انتہائی دل آزار انداز میں لکھی گئی ہے مولوی کرم دین صاحب مسلکاً بریلوی حنفی تھے۔ "سیف الملوک" کے مولف محمد بخش کھڑی شریف المتوفی ۱۹۱۱ء نے ایک کتاب "ہدیۃ المسلمین" دیوبندیوں کے خلاف لکھی تھی، اس کتاب پر مولوی کرم دین صاحب بھیں کی تقریظ بھی شامل ہے چنانچہ آپکی تقریظ کے اشعار یہ ہیں؟

ہوا اک فرقہ پیدا کچھ دنوں سے ☆ جو بد باطن، خبیث اور بدزباں ہے
وہ کہلاتے ہیں 'لامذہب وہابی، ☆ بڑا گمراہ گروہ نجدیاں ہے،
میاں مٹھو ہیں بنتے اپنے منہ سے، ☆ بنا فرعون ہر کہ بے سماں ہے
("ہدیۃ المسلمین" ص ۱۲۲)

مجھے اس وقت کرم دین صاحب کے مذہب سے بحث نہیں کرنی ان کا مذہب تو "تذکرہ علمائے اہل سنت" اور "تاریخ احمدیت" جلد ۲ میں دیکھا جا سکتا ہے بلکہ بتانا یہ ہے کہ ان کے صاحبزادے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بڑی ڈھٹائی سے "آفتاب ہدایت" کے جدید ایڈیشن میں اپنے والد کو دیوبندی مسلک کا تابع لکھ مارا ہے۔

"تجلیات صداقت"۔ "آفتاب ہدایت" کا جواب باصواب ہے جو چکوال ضلع جہلم سے انجمن حیدریہ کے نوجوان کارکن جناب سید نذیر حسین صاحب نقوی نے شائع کی ہے۔ البتہ قاضی مظہر حسین نے اس کتاب پر مختصر تبصرہ بھی کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ اور تجلیات صداقت کے اگلے ایڈیشن میں اس تبصرہ پر بھی تبصرہ کیا جا چکا ہے۔

۸۔ ''قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ''

یہ کتاب انشاء اللہ بہت جلد فقہی ابواب پر مشتمل شائع ہونے والی ہے۔ (بفضلہ تعالیٰ کئی بار طبع ہو چکی ہے)

ان کتب کے علاوہ ''تحفہ اثناء عشری'' کا جواب، ردِّ مرزائیت پر ایک کتاب اور فقہ جعفریہ و فقہ حنفیہ کا تقابلی مطالعہ کے عنوان سے بھی ایک کتاب زیرِ تالیف ہے۔ اُمید خاطر ہے انشاء اللہ جلد منصۂ شہود پر آ جائیں گی۔ ''منیۃ المرید'' کا ترجمہ بھی مولانا نے کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کے سینکڑوں مضامین مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تمام علمی کام ایسی حالت میں کیا ہے کہ سال میں شاید صرف ماہ رمضان المبارک ہی میں گھر بیٹھتے ہیں باقی تمام وقت تقاریر کے سلسلے میں صرف ہو جاتا ہے۔ پاکستان کا شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ہو، جہاں اس مردِ مجاہد کی آواز نہ پہنچی ہو، کچھ اپنوں نے ذکر کیا کچھ مخالفین نے، گزشتہ دو سالوں سے انگلینڈ مجالس محرم و چہلم کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔

کیا ہی بہتر ہوتا اگر اب علامہ مولانا محمد حسین صاحب قرآن و قرآنیات اور حدیث کی طرف متوجہ ہوں کیوں کہ اردو زبان میں شیعوں کے ہاں لٹریچر ان موضوعات پر بہت کم ہے۔[1]

احقر العباد سید حسین عارف نقوی اسلام آباد

۳ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۲ مارچ ۱۹۸۰ء

---

[1] بحمد اللہ حضرت موصوف اپنی شرعی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے ہیں اور قرآن مجید کے ترجمہ و حاشیہ کے علاوہ دس جلدوں میں ایک تفسیر عدیم النظیر فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن بھی مکمل کر لی ہے جس کی آٹھویں جلد پریس سے باہر آ گئی ہے۔ اور حدیث میں مشہور کتاب وسائل الشیعہ کا ترجمہ و تحشیہ بنام مسائل الشریعہ بیس جلدوں میں مکمل کیا جو زیر طبع رہا ہے نیز حدیث قدسی کے موضوع پر بھی ایک جامع کتاب بنام کواکب مضیئہ در احادیث قدسیہ بھی شائع کی ہے، علاوہ بریں سال بھر کے اعمال و عبادات اور زیارات کے موضوع پر بھی ایک مکمل کتاب بنام زاد العباد لیوم المعاد چھپ رہی ہے۔ اور بفضلہ یہ سلسلہ بدستور جاری و ساری ہے۔

ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ (ناشر)۔

باسمہ سبحانہ

گفتار اولین

الحمد للہ وکفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

آج قوم شیعہ عقائد کے جس بحران میں مبتلا ہے وہ جس پُر آشوب دور سے گزر رہی ہے وہ بموجب "عیاں راچہ بیاں" کسی تشریح و توضیح کا محتاج نہیں ہے۔ آج افراتفری اور انارکی عام ہے اور مرکزیت و تحقیق کا فقدان ہے۔ آج ذاتی خیالات اور ذہنی اختراعات و قیاسات کا نام دینی اعتقادات اور مذہبی ایمانیات رکھا جاتا ہے۔ جہالت مرکبہ کا یہ عالم ہے کہ ہر شخص اپنی عقل اور ذوق کو "معرفت" کا نام دیکر خود عارف المعارف بن کر دوسروں پر تقصیر و کوتاہی کا الزام عائد کر رہا ہے اور ہر "دل شتر بے مہار" کی طرح اپنی ذاتی پسند و ناپسند کو حق و باطل کا معیار قرار دے رہا ہے۔ یہ نتیجہ ہے اس بے ڈھنگی روش و رفتار کا کہ عامۃ الناس صرف جاہل ذاکرین یا عام غیر ذمہ دار مبلغین و مقررین سے عقائد و حقائق دینیہ حاصل کرنے کے عادی بن چکے ہیں اور بچپن سے عام سنی سنائی باتوں کو دینی مسائل کا درجہ دیتے ہیں اور ان کو عقلی و فکری تنقید کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے اور علوم اہلبیت کی روشنی میں علماء اعلام کی لکھی ہوئی کتب کا مطالعہ ان کی نظروں سے اوجھل ہیں کیونکہ عوام الناس کی ان تک رسائی نہیں ہے اور نام نہاد اکثر خواص ان کے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ان حالات میں ہم بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان ناگفتہ بہ حالات کی اصلاح کا احسن و عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی قوم کے سامنے

علم عقائد و کلام میں اپنے علماء اعلام کی لکھی ہوئی علمی و تحقیقی کتابوں کے اردو میں تراجم و خلاصے پیش کیے جائیں تاکہ طالبان رشد و ہدایت کے لیے حق و حقیقت کا دروازہ کھل جائے اور دوسرے عام لوگوں پر بھی اتمام حجت ہو جائے۔

لیہلک من ھلک عن بینۃ و یحیی من حی عن بینۃ

چنانچہ چند سال پہلے ہم بفضلہ تعالیٰ رئیس المحدثین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے لکھے ہوئے اعتقادات شیعہ کا ترجمہ و اس کی محققانہ مفصل شرح "احسن الفوائد فی شرح العقائد" کے نام سے قوم و ملت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اور وہ کتاب بحمدہ تعالیٰ قبول عام کی سند دوام حاصل کر چکی ہے اور چونکہ وہ بڑی ضخیم اور علمی و تحقیقی کتاب ہے نیز قدرے مشکل اور دقیق حقائق پر مشتمل ہے اور ہر شخص کی ذہنی سطح اس قدر بلند نہیں کہ وہ اس سے کماحقہ استفادہ کر سکے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ تمام عقائد امامیہ اثنا عشریہ کا مختصر مگر جامع خاکہ کسی صاحب مذہب کے قلم سے پیش کیا جائے تو اس سلسلہ میں ہماری نظر انتخاب مروج المذہب والدین، فخر الاسلام والعلماء، الراسخین فی العلم ربانی حضرت علامہ محمد باقر مجلسی اصفہانی اعلی اللہ مقامہ کے رسالۂ شریفہ معروف بہ رسالہ حق اعتقادیہ پر پڑی جو باوجود مختصر ہونے کے تمام بنیادی عقائد و معارف اور زندگی گزارنے کے زریں اصولوں پر مشتمل ہے۔ سرکار علامہ بھی کچھ ایسے ہی حالات سے دوچار تھے جن حالات سے ہم دوچار ہیں۔ سرکار نے در حقیقت کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ حضرت علامہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ یہ وہی سرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمہ ہیں جن کی مذہبی و علمی خدمات جلیلہ کے پیش نظر شاہ عبدالعزیز دہلوی نے "تحفہ اثنا عشریہ" میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ "اگر بنامند دین شیعہ را دین مجلسی بر آئینہ در محل خود بود" (اگر مذہب شیعہ کو مجلسی کا مذہب کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔)

بہر نوع ہماری تازہ پیشکش اسی رسالہ جدیدہ کا رواں دواں اور مطلب خیز ترجمہ ہے جو جا بجا مفید حواشی سے مزین و مرصع ہے۔ ہمیں اپنی قوم کے علم و مذہب دوست طبقہ سے امید

واثق و امید کامل ہے کہ ہماری اس تازہ علمی پیشکش کو بنظرِ استحسان و امتنان دیکھیں گے اور اس کو وہ مقام دیں گے جس کی وہ مستحق ہے۔ واضح رہے کہ علماء متقدمین میں رئیس المحدثین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ عدیم النظیر عالمِ دین ہیں اور علماء متاخرین میں غواصِ بحار الانوار حضرت علامہ مجلسی عدیم النظیر فاضل متبحر ہیں ہم نے دونوں بزرگواروں کے تحت شدہ اللہ سبحانہ کے قرآن اور چہاردہ معصومین علیہم السلام کے کلام حق ترجمان کی روشنی میں پیش کردہ عقائد اسلام و ایمان ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں تاکہ عوام اور خواص پر حجت تمام ہو جائے تاکہ کل فردائے قیامت کوئی بدعقیدہ آدمی کوئی عذر و بہانہ پیش نہ کر سکے اور ہم پر عقائد و افکار میں جدت و ندرت کا الزام نہ لگا سکے و منہ تن و راء القصد۔

و انا الاحقر محمد حسین النجفی عُفی عنہٗ

۲۵ فروری ۱۹۸۰ء بمطابق

۸ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

تاریخ نظر ثانی برائے طباعت ثالث

۱۳ اگست ۲۰۰۵ء، ۲۲ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ

بروز بدھ بوقت پونے چار بجے دن

والحمد للہ

رسالة الاعتقادات للعلّامه المجلسی علیه الرّحمه

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الذی سهّل لنا سلوک شرائع الدین و اوضح اعلامه و بیّن لنا مناهج الیقین فاکمل بذلک علینا انعامه و حفّ بسیّد انبیائه و نخبة اصفیائه فاستنقذنا به من شفا جرف الهلکات و بصّرنا به طریق الارتقاء علی اعالی الدرجات و اکرمنا باهل بیت نبیّه سادات البشر و شفعاء یوم المحشر فنوّر قلوبنا بانوار هدایتهم و شرح صدورنا باسرار محبّتهم صلوات الله علیهم ابد الابدین و لعنة الله علی اعدائهم اجمعین ۔ اما بعد فیقول المشتاق الی رحمة ربّه الغافر ابن محمد تقی محمد باقر اوتیا کتابهما یمیناً و

اعتقادات الامامیه فی ترجمة الرّسالة اللّیلیة

بسم الله الرحمن الرحیم

و به نستعین و نصلّی و نسلّم علی رسوله الکریم و اٰله الطّاهرین و نلعن علی اعدائهم اجمعین من یوم عداوتهم الی یوم الدین من ابد الابدین و دهر الداهرین

اما بعد سرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمہ خطبہ مسنونہ کے (بعد جو کہ حمد خدا و ثناء مصطفیٰ اور مدح اہل بیت اطہار و طعن اعداء پر مشتمل ہے) فرماتے ہیں کہ اپنے رب غافر کی رحمت و مغفرت کا مشتاق محمد باقر ابن (فاضل) محمد تقی (مجلسی) خدا دونوں باپ بیٹے کا نامہ عمل ان کے داہنے ہاتھ میں دے اور ان کا حساب آسان فرمائے، کہتا ہے کہ مجھ سے اس شخص نے خواہش کی جسے خدائے رحیم نے رشد و ہدایت کے راستوں کے طلب کرنے کی رہنمائی فرمائی ہے اور جس کے دل و دماغ میں قیامت کا خوف ودیعت فرمایا ہے کہ میں اس کے لیے وہ جادۂ رشد و ہدایت واضح و آشکار کروں جو خدائے رحمن نے (از راہ لطف و احسان) کہنہ آشوب زمانہ

حوسبوا حسابا يسيرا انه قد ابتلى بعض من هداه الله الى طلب مسالك الحق والرشاد و اودع له خوف المعاد ان يبين له ما هداه الله تعالى اليه من طريقة النجاة فى هذا الزمان الذى اشتبه على الناس الطرق و اظلم عليهم المهالك و استحوذ الشيطان على اوليائه فاوردهم المهالك فنصب الشيطان و اعوانه من الجن و الانس على طريق السالكين الى الله فحرفوهم يمينا و شمالا وسولوا لهم على مثال الحق بدعة و ضلالا فوجب على ان ابين له مناهج الحق والنجاة باعلام نيرة و دلائل واضحة و ان كنت على وجل من فراعنة اهل البدع و طغيانهم

فاعلموا يا اخوانى انى لا اخونكم نصحا و لا اطوى عنكم كشحا فى بيان ماظهر لى

میں مجھ پر یہ شق واجب کیا ہے، جس میں لوگوں پر (حق کی) راہیں مشتبہ اور ہلاکت گاہیں تیرہ و تار ہو گئی ہیں اور شیطان اپنے دوستوں پر پوری طرح مسلط ہو گیا ہے، چنانچہ وہ ان کو جوہ ہلاکت میں ڈال رہا ہے، اور اس نے اور اس کے جنی و انسی اعوان و انصار نے اللہ والوں کے راستے پر ڈیرے ڈال دیے ہیں اور ان کو ادھر ادھر بھٹکا رہے ہیں اور ان کی نظروں میں بدعت و ضلالت کو حق و حقیقت کے روپ میں پیش کر رہے ہیں، ان حالات میں مجھ پر واجب تھا کہ میں اس کے لیے (بلکہ ہر طالب رشد و ہدایت کے لیے) حق اور نجات کو روشن شواہد، واضح دلیلوں اور غیر مبہم بیانوں کے ساتھ کھول کر بیان کروں، اگرچہ (ایسا کرنے سے) مجھے بدعتی لوگوں کے فرعونوں سے (ذاتی نقصان و زیاں کا) خطرہ دامن گیر ہے، (مگر اظہار حق کے سلسلہ میں مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے)

میرے دینی بھائیو! اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ میں تمہیں نصیحت کرنے میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کروں گا اور جو کچھ حق و صدق مجھ پر ظاہر و آشکارا ہوا ہے اس کے اظہار میں کسی قسم کی پہلوتہی نہیں کروں گا۔

من الحق و ان رغمت منه المراغم و لا اخاف فی الله لومة لائم

یا اخوانی لا تذهبوا شمالاً و یمیناً و اعلموا یقیناً ان الله تعالی اکرم نبیه محمداً و اله سلام الله علیهم ففضلهم علی جمیع خلقه و جعلهم معادن علمه و حکمته فهم المقصودون فی ایجاد عالم الوجود المخصوصون بالشفاعة الکبری و المقام المحمود و انهم وسائط فیوض الله تعالی فی هذه النشاة والنشاة الاخری انهم العاملون

اگرچہ یہ حقائق بعض لوگوں کو ناگوار ہی کیوں نہ گزریں کیوں کہ میں خدا کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتا۔

سرکار محمد و آل محمد کا مقدس تذکرہ:

برادران ایمانی! ادھر ادھر نہ بھٹکو اور یقین جان لو کہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کی عزت، عظمت اور مجد و کرامت کا یہ عالم ہے کہ خداوند عالم نے ان کو اپنی تمام مخلوق پر افضلیت و برتری عطا فرمائی ہے اور ان کو اپنے علم و حکمت کا خزینہ دار قرار دیا ہے۔ یہی وہ ذوات مقدسہ ہیں جو اس عالم وجود کے ایجاد و تخلیق کا مقصود اصلی ہیں اور یہی ذوات عالیہ شفاعت کبریٰ و مقام محمود کے ساتھ مخصوص ہیں اور یہی نفوس زاکیہ عالم دنیا اور عالم آخرت میں بندوں تک خداوند عالم کے فیض و برکات کے (پہنچنے) کا وسیلہ و ذریعہ ہیں کیونکہ یہی برگزیدہ وار (بلا واسطہ فیوض الہیہ اور

۱؎ اور یہی اس خاکسار مترجم و شارح کا مسلک اور نظریہ ہے جس پر اس کی زندگی کے تمام امتحان و مصائب، افکار و آثار اور اس کے تمام علمی و تبلیغی شاہد صادق ہیں، گویا کہ کوئی بات تھی اسے پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

خدا کے مردوں پہ قوم کے سایہ ترددام
کہ چو قدمت دین لا تخف من لومة لائم (مرتضی عفی عنہ)

للفيوض الالهية والرحمات القدسية وبتوسطهم (وبتطفيلهم) تفيض الرحمة على سائر الموجودات وهذه الحكمة في لزوم الصلوة عليهم والتوسل بهم في كل حاجة لانه اذا صلى عليهم لا يرد

لان المبدأ فياض والمحل قابل وببركتهم تفيض على الداعي بل على جميع الخلق

رحمات قدسیہ کے قبول کرنے کی اہلیت و لیاقت رکھتے ہیں، پھر ان کے توسط و طفیل سے باقی موجودات پر رحمت ایزدی کا فیضان ہوتا ہے[1]۔

طلب حاجت کے وقت (یعنی اس سے پہلے اور اس کے بعد) ان حضرات پر درود و سلام بھیجنے اور ان کے ساتھ توسل حاصل کرنے میں یہی حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ دعا مستجاب ہو جائے اور مقصد بر آری ہو جائے کیونکہ ان پر درود و سلام بھیجنے کی درخواست تو کبھی رد نہیں ہوتی کیونکہ مبداء (ذات احدیت) فیاض وجود ہے اور محل (یہ ذوات مقدسہ) قابل ہے (پھر درخواست منظور کیوں نہ ہو) اور یہ بات ذات احدیت کے شایان شان نہیں ہے کہ دعا کے ابتدائی اور انتہائی حصہ کو تو قبول فرمائے اور درمیانی حصہ

[1] بعض فاسد العقیدہ لوگ سرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے مذکورہ بالا کلام کو بموجب تاویل القول بما لا یرضی بہ قائلہ اپنے اس عقیدۂ باطلہ کی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں کہ ائمہ اطہار کے واسطہ فیض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ "یہ ذوات مقدسہ خدا سے لیتے ہیں اور بندوں کو دیتے ہیں" نیز یہ کہ "یہ پروردگار خلق و رزق میں واسطہ و آلہ خداوندی ہیں یعنی ان کے ہاتھ سے خدا خلق و رزق کا کام انجام دیتا ہے۔" حالانکہ اگر سرکار علامہ کے اس پورے کلام میں معمولی سا بھی غور کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ ان ذوات مقدسہ کے واسطہ فیض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات باعث تخلیق موجودات و علت غائی ممکنات ہیں یعنی خداوند عالم نے ثری سے ثریا تک اور عرش سے فرش تک جو کچھ پیدا کیا ہے وہ سب ان کی برکت اور ان کے طفیل پیدا کیا ہے یعنی اگر خداوند عالم کو ان ذوات مقدسہ کا پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو کائنات کی کوئی بھی چیز کتم عدم سے نکل کر عرصۂ وجود میں کبھی قدم نہ رکھتی

امثل لكم مثلاً تقريباً الى
افهامكم مثلاً اذا جاء كردي او
اعرابي جاهل غير مستاهل
للاكرام الى باب السلطان
فامر له السلطان ببسط
الموائد و انواع الكرم و الفوائد
ينسبه العقلاء الى قلة العقل و
سخافة الرأي بخلاف ما اذا
بسط ذالك لاحد من مقربي
حضرته او وزرائه او امرائه فاصابه
فحضر الكردي او الاعرابي تلك
المائدة فاكل يكون مستحسنا
بل لو اكل منه آلاف امثاله يعد

کو رد کر دے) اور ان کی برکت کا فیضان نہ
صرف اس ذبح کرنے والے پر بلکہ تمام مخلوق
خدا پر برابر جاری و ساری ہے۔ مذکورہ بالا
مطلب کو تمہارے ذہن نشین کرانے کیلئے
میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ فرض کرو
ایک کردی یا کوئی جاہل بدو جو کسی قسم کے
اکرام و احترام کے لائق نہیں ہے، بادشاہ کے
دروازے پر حاضر ہو اور بادشاہ اس کا اکرام و
احترام کرے، اس کے لیے دسترخوان بچھائے
اور اس پر مختلف انواع و اقسام کے کھانے
چنوائے تو عقلائے روزگار اس بادشاہ کو کم
عقل اور سخی الرائے قرار دیں گے، بخلاف اس
کے اگر وہ یہ سارا انتظام و اہتمام اپنے کسی
خاص مقرب بارگاہ یا اپنے کسی وزیر باتدبیر یا
کسی امیر کبیر کے لیے کرے اور پھر کھانے
کے وقت کوئی کردی یا بدو آکر کھانے
میں شریک ہو جائے بلکہ اگر ایسے موقع پر ایسے
ہزاروں آدمی بھی آکر اس ضیافت میں شامل
ہو جائیں (اور ان کو روکا نہ جائے) تو یہ بات
بادشاہ کے لیے قابل تعریف سمجھی جائے گی اور

جیسا کہ سرکار علامہ نے بادشاہ اور بدو کی ضیافت والی مثال سے اس مطلب کی پوری پوری
وضاحت کر دی ہے اور اس سے علامہ مرحوم کی حوض والی تمثیل کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔
(جو سرکار موصوف نے ذرا آگے چل کر پیش کی ہے) اس سے بطور استدراک اصل مقصد ان
حضرات کا علیحدہ عالی مخلوقات ہونا ثابت کرتا ہے وبس اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ

من حبل الكرم بل ربما بعد منه فيها

وايضاً كما كنا في غاية البعد عن جناب قدسه و حريم ملكوته و ما كنا مرتبطين بساحة

ان کے متخوتی کارناموں میں شمار ہوگی۔ بلکہ ایسے موقع پر ایسے حقیر لوگوں کو روک دینا قابل ملامت فعل سمجھا جاتا ہے۔

ضرورت وسیلہ و فلسفہ بشریت انبیاء۔

چونکہ ہم دلی طبعی کثافتوں کی وجہ سے خداوند قدوس (جو کہ تجرد و لطافت کے آخری درجہ رفیعہ پر فائز ہے) کی ساحت قدس سے بہت دور ہیں اور ہم جیسی حقیر اور عزت و

پروردگار خدا سے لیتے اور مخلوق کو دیتے ہیں۔ یعنی تمام عالم کو خود چلاتے ہیں اور خلق و رزق میں خدا کے آلات و اسباب ہیں۔ یہ مطلب بالکل باطل اور غلط ہے چنانچہ عالم جلیل آقائے سید عبدالحسین اپنی کتاب "الکلم الطیب" جلد اول ۹۰ طبع اصفہان پر لکھتے ہیں

"واسطہ فیض بودن بایں معنی کہ از خدا بگیرند و بخلق بدہند، چنانچہ بعضے گمان کردہ اند درست نیست نہ تنہا دلیلے برائے ثبات آں مدعا ندارد بلکہ ادلہ برخلاف آں قائم است و ایں عقیدہ با توحید افعالی منافات دارد۔" یعنی ائمہ طاہرین کا اس معنی واسطہ فیض ہونا کہ خدا سے لیتے ہیں اور خلق کو دیتے ہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے درست نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کہ اس مطلب کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف دلائل قائم ہیں۔ یہ عقیدہ توحید افعالی کے منافی ہے۔ "سید العلماء مولانا سید حسین لکھنوی نے "حدیقہ سلطانیہ" جلد ۳ ص ۱۱ طبع لکھنو پر واسطہ فیض بمعنی مذکور کی نفی کو ضروریات دین سے قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ "نفی واسطہ فی الخلق از ضروریات دین است" اور اسی جلد کے ص ۸ ۱۰ پر اس عقیدہ باطلہ کو کفر قرار دیا ہے۔ "در روایت دیگر ماثور است کہ قول بہ ایں واسطہ کفر است" ان حقائق کی روشنی میں واضح و آشکار ہو گیا کہ ان ذوات عالیہ کے وسیلہ و واسطہ ہونے کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ وہ علت غائی ممکنات در اصل مقصود کائنات ہیں اور ان کے توسل و طفیل سے بارگاہ ربوبیت میں دعا میں قبول، عبادات مقبول اور حاجات پوری ہوتی ہیں اور انہی کے صدقے سے اہل عالم کو اللہ کی سرکار سے سب کچھ مل رہا ہے۔ (منہ عفی عنہ)

عزه و جبروته فلا بد ان يكون بينه و بين ربه سفراء و حجب ذو جهات قدسية و حالات بشرية يكون لهم بالجهات الاولى ارتباط بالجناب الاعلى يأخذون منه الحكم و يكون لهم بالجهات الثانية مناسبة للخلق يلقون اليهم ما اخذوا عن ربهم فلذا جعل الله تعالى سفرائه و انبيائه ظاهراً من جنس البشر و باطناً مبايناً عنهم في اطوارهم و اخلاقهم و نفوسهم

حضرت سے تہی دست اور فقیر مخلوق کا براہ راست) اس کی بارگاہ عزت و جبروت سے کوئی ربط و تعلق نہیں ہے اس لیے عقلاً ضروری ہے کہ ہمارے اور ہمارے اس عظیم پروردگار کے درمیان کچھ ایسے سفیر اور وسیلے ہوں جو دو جہتیں رکھتے ہوں یعنی جہات قدسیہ و روحانیہ اور حالات بشریہ و انسانیہ دونوں رکھتے ہوں تا کہ پہلی جہت (قدسی و روحانی) کی بناء پر ذات احدیت سے ان کا رابطہ قائم ہو اور اس سے احکام و مصالح حاصل کر سکیں اور دوسری جہت (بشری و انسانی) کی بناء پر عام مخلوق سے مناسبت رکھتے ہوئے انہیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا سکیں۔ اسی حکمت کے پیش نظر خالق حکیم نے اپنے ان سفیروں اور نبیوں کو بظاہر انسانوں کی قسم سے بنایا مگر باطن اخلاق و اطوار اور نفوس و قابلیت میں ان سے ممتاز و مباین قرار دیا۔

رہی مفوضہ لوگ اپنے اس خانہ ساز نظریہ پر کہ سرکار محمدؐ علیہم السلام کی نوع انسانی نوع سے جداگانہ ہے، تو بہ زور دینے کیلئے سرکار علامہ مجلسی کے رسالہ اعتقادیہ کی یہ عبارت بھی پیش کیا کرتے ہیں، حالانکہ اگر بہ نظر عدل و انصاف دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ اس عبارت کو ان لوگوں کے اس فاسد عقیدہ کے ساتھ کچھ بھی ربط و تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا صاف و صریح مطلب یہ ہے کہ یہ ذوات مقدسہ گو ہیں تو انسان مگر اپنے مخصوص روحانی کمالات اور فضائل و معجزات کی بناء پر دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز ہیں اور اس بلندی مقام و رفعت شان میں کوئی بھی انسان ان کا شریک نہیں ہے یعنی درجات و مقامات میں کس قدر تفاوت ہے کہ ہم خاک ہیں تو وہ اکسیر، ہم پتھر ہیں تو وہ گوہر، ہم سنگ خارا ہیں تو وہ پارس، ہم

و قابلیاتهم فهم مقدسون روحانیون قائلون انما انا بشر مثلکم لئلا ینفر عنهم اممهم و	جن سے وہ مقدس روحانی بزرگوار ہیں جو کہتے ہیں کہ "ہم تم جیسے بشر ہیں" تا کہ ان کی اُمت ان سے نفرت نہ کرے بلکہ ان سے مانوس ہو اور ان سے (احکام) قبول کرے

اور وہیں تو وہ آفتاب ہم جاہل ہیں تو وہ عالم، ہم ناقص ہیں تو وہ کامل، ہم مثل قالب ہیں تو وہ جان عالم اس بات کا کوئی بھی اہل ایمان اعتقاد نہیں رکھتا کہ وہ انسان ہوتے ہوئے تمام عادات، صفات اور کیفیات میں بھی عام انسانوں جیسے ہیں بلکہ عقیدہ یہ ہے کہ باتفاق جمیع علماء، تمام الوان عالم میں سے افضل و اشرف نوع انسانی ہے اور یہ بزرگوار اسی اعلیٰ و اشرف نوع کے افضل و اکمل افراد ہیں اس لیے یہ تمام کائنات علوی، سفلی اور ارضی و سماوی سے اشرف و اعلیٰ وافضل ہیں۔ اسی مطلب کو سرکار علامہ نے "بحار الانوار" جلد ۵ ص ۱۱ طبع قدیم پر بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ بشریت انبیاء کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

فاحب و اقتضی حکمته البالغة ان یعرف خلقه بالتوحید و یعبدوه به و لم یکن ذلک ممکنا الا بوسائل الرسل لما لا بد لهم من کمال علوه و نهایة سموه و انحطاط درجة المکلفین و جهلهم و عجزهم فلذا جعل بینه و بین خلقه سفراء یفیض علیهم من جهة کمالهم و یفیضوا علی الخلق من جهة بشریتهم و مجانستهم الخ

یعنی خدا کی حکمت بالغہ نے چاہا کہ اپنی مخلوق کو اپنی توحید کی معرفت کرائے تا کہ وہ اس کی توحید کے قائل ہو سکیں اور یہ امر رسولوں کے بھیجے بغیر ممکن نہ تھا کیونکہ وہ جلال و رفعت اور عزت و عظمت کے آخری بلند مرتبہ پر فائز ہے اور مخلوق عجز و قصور اور جہل و نادانی کے انتہائی پست درجہ پر ہے اس لیے اس نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان کچھ ایسے سفیر مقرر فرمائے ہیں جن کے (روحانی) کمال کی وجہ سے خدا ان پر (احکام کا) فیضان کرتا ہے اور وہ اپنی بشریت اور مجانست کی وجہ سے (ان احکام و اوامر کو) لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس بیان سے بخوبی واضح و عیاں ہو گیا کہ اس امتیاز و مباینت سے صفات و کمالات میں مباینت مراد ہے نہ کہ

يقبلوا امهم و يانسوا بهم لكونهم من جنسهم و شكلهم و اليه يشير قوله ولو جعلناه ملكا لجعلناه بشراً و للبسنا عليهم ما يلبسون.

کیونکہ وہ (انبیاء و اوصیاء) اسی (انسان) کی قسم سے ہیں اور اسی کی شکل و صورت پر ہیں۔ خداوند عالم کے اس ارشاد میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے کہ اگر ہم کسی فرشتہ کو نبی بناتے تو بھی مرد بنا کر بھیجتے۔

ذات و ماہیت میں، نیز مخفی نہ رہے کہ سرکار علامہ یا دیگر علماء اعلام کے کلام میں وارد شدہ لفظ جنس سے اس کے لغوی معنی (قسم) مراد ہیں نہ کہ منطقی معنی کمالا يخفى على ماله ادنى المام بكلام العلماء الاعلام۔ الغرض یہ کہنا کہ ان ذوات مقدسہ کی نوع انسانی نوع سے جدا ہے، یہ نظریہ قرآن کریم، تعلیمات معصومین، مسلمات عقل سلیم اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے اس لیے یہ عقیدہ رکھنا موجب ضلالت و گمراہی ہے۔ اس فاسد نظریہ کے ایجاد و اختراع کا سہرا شیخ احمد احسائی کے سر ہے جو تمام شیعی مراجع عظام و فقہائے کرام کے نزدیک ضال بھی ہے اور مضل بھی، اس مسئلہ کی تمام تفصیل دیکھنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب "اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ" کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

و به يمكن تفسير الخبر المشهور في العقل بان يكون المراد بالعقل نفس النبيّ و امره بالاقبال عبارة عن الطلب الى مراتب الفضل والكمال و القرب والوصال و ادباره عن التوجه بعد الوصول الى اقصى مراتب الكمال الى التنزّل من تلك المرتبة و التوجه الى تكميل الخلق

و يمكن ان يكون قوله قد انزل الله اليكم رسولاً مشيراً اليه بان يكون انزال الرسول كنايةً عن تنزله من تلك المرتبة القصوى التي لا يسعها ملك مقرب و لا نبي مرسل الى معاشرة الخلق و هدايتهم و مؤانستهم فكذلك في اضافة سائر الفيوض و

اور اسی بیان سے اس مشہور روایت کی تفسیر بھی ممکن ہے جو عقل کے متعلق وارد ہے۔ (جس میں مذکور ہے کہ خالق اکبر نے عقل کو خلق کرنے کے بعد فرمایا آگے بڑھ تو وہ آگے بڑھی پھر فرمایا پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹ گئی۔ اس وقت خدا نے عقل سے خطاب کر کے فرمایا "میں نے تجھ سے بڑھ کر کوئی مکرم و معزز مخلوق خلق نہیں کی۔ میں تیرے ذریعے سے ہی جزا و سزا دوں گا۔ اصول کافی وغیرہ)

بایں طور کہ عقل سے پیغمبر اسلام کی ذات والا صفات مراد لی جائے اور آگے بڑھنے کے حکم سے مقصد یہ ہے کہ وہ فضل و کمال اور قرب و وصال کے بلند مراتب حاصل کریں اور پیچھے ہٹنے کے حکم کا مطلب یہ ہو کہ وہ ان اعلیٰ مراتب و مدارج پر فائز ہونے کے باوجود لوگوں کی تکمیل و تزکیہ کے لئے پست درجہ کی طرف متوجہ ہوں اور ممکن ہے کہ خدا کے اس ارشاد کا اشارہ بھی اسی طرف ہو کہ خدا نے تمہاری طرف ایک رسولؐ نازل کیا ہے یعنی یہ نزول آنحضرتؐ کے اس بلند و بالا مقام سے جس کا نہ کوئی نبی مرسل متحمل ہو سکتا ہے اور نہ ملک مقرب تمام مخلوق سے میل جول اختیار کرنے پھر ان کو ہدایت کر کے راہ راست پر لانے اور اس پر چلانے کے پست درجہ پر اتر آنے سے کنایہ ہے اور یہ امر و احکام کے علاوہ دیگر فیوض و برکات اور

الكمالات و هم وسائط بين ربهم و بين سائر الموجودات فكل فيض وجود يبدأ بهم صلوات الله عليهم ثم ينقسم على سائر الخلق ففي الصلوة عليهم استجلاب الرحمة الى معادنها و للفيوض الى مقسمها ليقسم على سائر البرايا

ثم اعلموا ان الله تعالى اكمل نبيه صلّى الله عليه و آله قال و ما آتاكم الرسول فخذوه و ما نهكم عنه فانتهوا

فيجب علينا بحكمه تعالى متابعة النبيّ في اصول ديننا و فروعه و امور معاشنا و معادنا و اخذ جميع امورنا عنه و انه اودع حكمه و معارفه و احكامه و آثاره و ما نزل عليه من الآيات القرآنية والمعجزات الربّانية عند

عنایات میں بھی یہ بزرگوار اپنے پروردگار اور دیگر تمام موجودات کے درمیان وسیلہ و واسطہ ہیں یعنی خدا کے ہر فیض وجودی کی ابتداء ان ذوات مقدسہ سے ہوتی ہے، پھر (ان کے طفیل) دوسری مخلوق پر اس کا فیضان ہوتا ہے، پس ان ذوات عالیہ پر درود و سلام بھیجنے سے اصل مقصد یہی ہے کہ خدا کی رحمت واسعہ کو اس کے مخزن اور اس کے فیض کو اس کے مقسم کی طرف کھینچا جائے تا کہ اس طرح تمام مخلوق تک اس کا فیض عام پہنچ سکے۔

ضرورت حدیث کا بیان:

پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جب خداوند جلیل نے اپنے نبی اعظم کی تادیب و تکمیل فرما دی تو فرمایا جس بات کا رسولؐ تمہیں حکم دے اسے لے لو اور جس بات سے تمہیں روکے اس سے رک جاؤ پس خالق عباد کے اس ارشاد کے مطابق ہم پر دین کے اصول و فروع اور معاش و معاد (دنیا و آخرت) کے معاملات میں آنحضرتؐ کی اتباع و پیروی واجب ہے اور اپنے (دین و دنیا کے) تمام امور کو ان سے حاصل کرنا لازم ہے اور (یہ بات بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ) جناب رسولؐ خدا (اپنے بعد) اپنے علم و معارف، اوامر و احکام، اخبار و آثار اور آیات قرآنیہ و معجزات ربانیہ اپنے اہل بیت علیہم السلام کے سپرد فرما گئے ہیں چنانچہ اپنی متواتر حدیث

اهل بيته صلوات الله عليهم فقال بالنص المتواتر انی تارک فیکم الثقلین کتاب الله و عترتی اهل بیتی لن یفترقا حتی یردا علی الحوض و ظهر من الاخبار المستفیضة ان علوم القرآن عندهم

وهذا الخبر المتواتر نصاً یدل علیه ثم انهم علیهم الصلوة والسلام ترکوا بیننا اخبارهم فلیس لنا فی هذا الزمان الا التمسک باخبارهم والتدبر فی آثارهم

فترک اکثر الناس فی زماننا آثار اهل بیت نبیهم و استبدلوا بآثارهم فمنهم من سلک مسلک الحکماء الذین ضلوا و اضلوا ولم

میں فرماتے ہیں کہ "میں تمہارے درمیان دو نفیس اور گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عترت اہلبیت جب تک تم ان کے دامن سے وابستہ رہو گے ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہوگے اور یہ دونوں جب تک حوض کوثر پر میری بارگاہ میں پہنچ نہیں جائیں گے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔" یہ حقیقت اخبار مستفیضہ سے ثابت ہے کہ قرآن کا صحیح علم انہیں وارثان قرآن کے پاس موجود ہے۔ یہ حدیث متواتر (ثقلین) بھی اس مطلب پر واضح دلالت کرتی ہے۔ پھر یہ بزرگوار (اپنے بعد) ہمارے درمیان اپنے اخبار و آثار چھوڑ گئے ہیں جن اس زمانہ (غیبت امام) میں ہمارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ہم ان کے احادیث و اخبار کے ساتھ تمسک کریں اور ان کے آثار میں تدبر کریں۔

ابنائے زمانہ کی شکایت:

مگر مقام افسوس ہے کہ اکثر ابنائے زمانہ آپ کے اہل بیت نبوت کے اخبار و آثار کو چھوڑ کر اپنی ناقص رایوں پر اعتماد کر رہے ہیں۔ (اس لیے گمراہی کے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔) اور کچھ لوگوں نے اپنے مناق و منطق (خود گمراہ اور

(۱) اس موضوع کی تمام تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب "تحقیقات الفریقین فی حدیث الثقلین" کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

يقرأبىي ولم يؤمنوا بكتاب و اعتمد وا على عقولهم الفاسدة و آرائهم الكاسدة فاتخذ و هم ائمة و قدة لهم يأولون النصوص الصريحة الصحيحة عن ائمة الهدى بانه لايوافق ماذهب اليه الحكماء

دوسروں کو گمراہ کرنے والے) یونانی حکماء کے مسلک کو اختیار کر لیا ہے جو نہ کسی نبی کے قائل ہیں اور نہ کسی (ہدی) کتاب پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ وہ صرف اپنی فاسد عقلوں اور کاسد رائیوں پر بھروسہ کرتے ہیں ان لوگوں نے ان (حکماء) کو اپنا پیشوا و راہنما بنایا ہے اس لیے وہ ائمہ خدیٰ کے نصوص صریحہ وصحیحہ کی محض اس لیے (بیجا) تاویلات کرتے ہیں کہ وہ بظاہر حکماء کے مسلک کے مطابق نہیں ہیں۔

حکمائے یونان کی مذمت[1]

مع انهم يرون ان دلائلهم و شبهم لا تفيد ظنا ولا وهما بل ليس الكرهم الا كنسج العنكبوت و ايضاً يرون تخالف اهوائهم و تباين اهدائهم فمنهم مشائيون

حالانکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ حکماء کے دلائل (یہ الفاظ مناسب شبہات) سے وہم وگمان بھی حاصل نہیں ہوتا۔ (تا بہ یقین چہ رسد؟) بلکہ ان کے "راہ و افکار" تار عنکبوت کی طرح بالکل بودہ اور کمزور ہیں نیز یہ لوگ یہ بھی (بچشم خود) دیکھ رہے ہیں کہ ان حکماء کے "راہ و افکار" اور عقائدات و نظریات میں باہم اختلاف و تضاد پایا جاتا ہے۔ ان میں سے کچھ مشائین ہیں (جن کا قائد ارسطو ہے) اور کچھ اشراقیین ہیں

---

[1] ارباب دانش و بینش پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام میں ہر قسم کے اعتقادی و عملی انحراف بلکہ ارتداد کی اصل وجہ اور اس کی اصل جڑ بنی عباس کے دور میں فلسفہ یونان کا عربی میں ترجمہ ہو کر مسلمانوں کے ہاں رواج پانا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں ہمدردان قوم وملت علمائے اسلام نے فلسفہ میں زیادہ توغل سے طلب اور عام لوگوں کو منع کیا ہے کیونکہ اس سے اکثر عقیدہ وعمل میں انحراف واعوجاج پیدا ہوتا ہے ہاں البتہ بموجب علم الشی افضل من جہل الشی تجوزاس فلسفہ پڑھے اور انکی اصطلاحات معلوم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (منہ عفی عنہ)

ومنهم اشراقيون قدما يوافق رأى احدى الطائفتين رأى الأخرى

(جن کا پیشوائے اعظم افلاطون ہے) شاذ و نادر ہی ایک گروہ کا کوئی نظریہ دوسرے گروہ کے نظریہ سے ملتا ہے ورنہ اختلاف ہی اختلاف نظر آتا ہے جو بجائے خود ان کے بطلان کی ناقابل رد دلیل ہے۔

ومعاذ الله ان يتكل الناس على عقولهم فى اصول العقائد فيتحيرون فى مراتع الحيوانات ولعمرى كيف يجترون على ان يأولوا النصوص الواضحة الظاهرة من اهل بيت العصمة والطهارة بحسن ظنهم بيونانى كافر لا يعتقد ديناً ولا مذهباً

پناہ بخدا اگر لوگ اصول عقائد میں اپنے عقول ناقصہ پر بھروسہ کریں (اور اپنی پسند و ناپسند کو کسی عقیدہ کی صحت و بطلان کا میزان قرار دیں اس طرح ان کا شیرازہ بکھر جائے گا) اور جس طرح حیوانات چراگاہوں میں آوارہ چرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی آوارہ و سرگردان ہو جائیں گے۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! (معلوم نہیں) یہ لوگ ایک بے دین اور کافر یونانی حکیم پر حسن ظن رکھتے ہوئے اہل بیت عصمت و طہارت کے نصوص صریحہ واضحہ کی بیجا تاویل کرنے کی کس طرح جرأت و جسارت کرتے ہیں؟ سچ ہے۔

ع جنہیں ہوا و ہوس ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

صوفیاء کی مذمت

و طائفة من اهل دهرنا انتحلوا البدع ديناً يعبدون الله بها و سموه

اور کچھ اہل زمانہ نے بدعتوں کو اپنا دین بنا رکھا ہے جن سے وہ (بخیال خویش) خدا کی عبادت

۱؎ ارباب علم و اطلاع پر مخفی و مستور نہیں ہے کہ فرقہ صوفیہ دور بنی امیہ کی پیداوار ہے۔ دراں کا پس منظر یہ ہے کہ سلاطین بنی امیہ نے خلافت پر بہت سے مادی فوائد چھیننے کے بعد جب دیکھا کہ پھر بھی ان کے روحانی کمالات کی وجہ سے لوگوں کے دل ان کی طرف کھنچے ہیں اور وہ ہر خاص و عام کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں تو اب ان سے ان کے روحانی کمالات کو سلب کرنا تو ان کے بس کا روگ نہ تھا البتہ لوگوں کی توجہ

بالتصوّف فاتخسوا الرهبانية عادة مع ان النبی قد نهی عنها و امر بالتزویج و معاشرة الخلق و الحضور فی الجماعات والاجتماع مع المؤمنین فی مجالسهم و هدایة بعضهم بعضاً و تعلّم احکام الله و تعلیمها و عیادة المرضی و تشییع الجنائز و زیارة المؤمنین والسّعی

کرتے ہیں اور انھوں نے اس کا نام تصوف رکھا ہے۔ ان لوگوں نے رہبانیت (ترک اور اہل دُنیا سے قطع تعلق) کو اپنی عادت و عبادت قرار دے دیا ہے، حالانکہ پیغمبر اسلام نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور شادی بیاہ کرنے لوگوں سے تعلقات و مراسم بڑھانے جمعہ و جماعت میں حاضر ہونے اہل ایمان کی مجالس و محافل میں شرکت کرنے ایک دوسرے کو ہدایت کرنے احکام خداوندی پڑھنے اور پڑھانے، بیماروں کی مزاج پُرسی کرنے، جنازوں کی مشایعت

دوسرے بتانے کے لیے انھوں نے ایک شاطرانہ چال چلی کہ ان کے مقابلہ میں "صوفیا" کے نام سے ایک جماعت کی تشکیل کی جس کا طرۂ امتیاز صوف کا سادہ لباس پہننا اور بظاہر ترک لذائذ کرنا تھا، پھر لوگوں کی توجہ ان کی طرف مرکوز کرنے کے لیے حکومت کی سرپرستی میں ان کے مصنوعی کشف و کرامات کا خوب پروپیگنڈا کیا گیا حتی کہ سادہ لوح مسلمان ان کے دام تزویر میں گرفتار ہو گئے۔ اس فرقہ کے عقائد باطلہ میں ایک مشہور عقیدۂ فاسدہ "وحدت الوجود" ہے کہ خالق و مخلوق کا وجود ایک ہے اگرچہ موجود الگ الگ ہیں اور بعض اس سے بھی ایک قدم آگے نکل گئے۔ انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ کائنات میں صرف ایک ہی چیز موجود ہے اور وہ ہے خدا، وہ ہر چیز کو خدا کہتے ہیں اس لیے اس گروہ کو "ہمہ اوست" بھی کہا جاتا ہے۔
(اسی طرف سرکار علامہ نے رسالہ میں ارشاد فرمایا ہے۔)

(۱) اس فرقہ کا سب سے بڑا ترجمان محی الدین ابن عربی "فتوحات مکیہ" کے مقدمہ میں لکھتا ہے

"سبحان الذی خلق الاشیاء و هو عینها"

(۲) اس سلسلہ کا ایک بڑا سرگرم رکن یوں زمزمہ سنج ہے۔

ہر لحظہ بشکلے بت عیار برآمد ☆ دل برد و نہاں شد
ہر دم بہ لباس دگر آں یار برآمد ☆ گہ پیر و جواں شد
گہ نوح شد و کرد جہاں را بدعا غرق ☆ خود رفت بکشتی

في حوائجهم و الامر بالمعروف والنهي عن المنكر و اقامة حدود الله والرهبانية التي ابتدعوها يستلزم ترك جميع تلك الفرائض والسنن

ثم انهم في تلك الرهبانية احدثوا عبادات مخترعة فمنها الذكر الخفي الذي هو عمل خاص على هيئة خاصة لم يرد به نص ولا

کرنے اہل ایمان کی ملاقات و زیارت کرنے ان کی حاجت برآری میں کدوکاوش کرنے نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے اور حدود خداوندی جاری کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن ان کی خود ساختہ رہبانیت کا لازمی نتیجہ ان تمام فرائض و مستحبات کا ترک کرنا ہے۔

اس گروہ نے رہبانیت میں کچھ خود ساختہ عبادات (اوراد و وظائف) بھی اختراع کر رکھے ہیں منجملہ انکے ایک "ذکر خفی" ہے یہ ان کا ایک خاص عمل ہے جو مخصوص ہیئت و کیفیت کے ساتھ کیا جاتا ہے حالانکہ اس کے متعلق نہ کوئی نص وارد ہے

(۳) نیز اسی گروہ کا ایک مشہور صوفی شیخ محمود شبستری "گلشن راز" میں یوں گل افشانی کرتا ہے

مسلماں گر بدانستے کہ بت چیست ٭ بدانستے کہ دیں در بت پرست

(۴) اسی جماعت کے ایک شاعر نے کہا ہے

تو منی من توام دوئی بگذار ٭ ایں ہمہ خود ہا وہمہ اوست

ایک اور جگہ کہتا ہے

وجود این و آں نقش خیال است ٭ حقیقت جز وجود کبریا نیست
اگر گوئی ہمہ حق است حق است ٭ وگر غلطش ہمہ گوئی خطا نیست

اسی فاسد نظریہ نے منصور سے یہ کہلوایا لیس فی جبتی سوی اللہ نیز اس گروہ کا دوسرا باطل عقیدہ یہ ہے کہ العبادة لفطرة المعرفة کہ عبادت معرفت کا پھل ہے۔ لہٰذا جب ایک عارف باللہ واصل باللہ ہو جائے اور کہہ سکے کہ ع

من تو شدم تو من شدی

تو پھر اس سے تمام عبادات شرعیہ از قسم صلوٰۃ و صوم وغیرہ ساقط ہو جاتی ہیں، اسی بناء پر صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں: "الصوفیه کلّهم من اعدائنا و طریقتهم مباینة لطریقتنا"

"تمام صوفی ہمارے دشمن ہیں اور ان کا طریقہ ہمارے طریقے کے خلاف ہے۔" (حدیقة الشیعه)

(فاحفظ هذا فانه بالحفظ جدير و لا ينبئك مثل خبير)۔ (منه عفی عنه)

خبر و لم يوجد في كتاب ولا اثر و مثل هذا بدعة محرمة بلا شك ولا ريب قال رسول الله كل بدعة ضلالة و كل ضلالة سبيلها الى النار

و منها الذكر الجلي الذي تغنون فيه بالاشعار و يشهقون شهيق الحمار و يعبدون الله بالمكاء و التصدية و يزعمون انه ليس لله عبادة سوى هذين الذكرين المبتدعين و يتركون جميع السنن و النوافل و ينقرون من الصلوة الفريضة بنقر كنقر الغراب

ولولا خوف العلماء لكانوا يتركونها رأساً ثم انهم لعنهم الله لا يقنعون بتلك البدع بل يحرفون اصول الدين و يقولون بوحدة الوجود و المعنى المشهور في هذا الزمان و المسموع من مشائخهم

اور نہ ہی قرآن و سنت میں اس کا کہیں کوئی نام و نشان پایا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی ہی چیز کو بلا شک و شبہ "بدعت" کہا جاتا ہے جو کہ حرام ہے۔ جناب رسولؐ خدا فرماتے ہیں ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستہ سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے۔ (کنز العمال وغیرہ)۔

دوسرا "ذکر جلی" ہے جسمیں یہ لوگ اشعار گاتے اور گدھے کی طرح چیختے ہیں اور کفار مکہ کی طرح سیٹیاں اور تالیاں بجا کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور (طرفہ تماشا یہ ہے کہ) ان کا گمان ہے کہ ان دو خود ساختہ ذکروں کے سوا اللہ کی کوئی عبادت ہی نہیں ہے۔ ان اذکار کے علاوہ وہ تمام نوافل و سنن کو نظر انداز کرتے ہیں ہاں بس جس طرح کوا ٹھونگے مارتا ہے اس طرح برائے نام صرف نماز فریضہ ادا کرلیتے ہیں۔

اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) اگر ان کو علماء کا خوف و انگیر نہ ہو (کہ مبادا کفر کا فتویٰ لگا دیں) تو یہ نماز فریضہ بھی ترک کردیں۔ پھر یہ لوگ (خدا ان پر لعنت کرے) صرف انہی (فروعی) بدعتوں پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اصول دین میں تحریف و تغییر بھی کرتے ہیں اور وحدۃ الوجود کا باطل عقیدہ رکھتے ہیں اس (وحدۃ الوجود) کے جو معنی اس زمانہ میں مشہور ہیں اور اس گروہ کے بزرگوں سے سنے میں

كفر بالله العظيم و يقولون بالجبر و سقوط العبادات و غيرها من الاصول الفاسدة السخيفة

فاحذروا يا اخواني و احفظوا ايمانكم و اديانكم من وساوس هؤلاء الشيطين و تسويلاتهم و اياكم ان تخدعوا من اطوارهم المتصنعة التي تعلقت قلوب الجاهلين بها انا احرز محصلا مماتش و ظهر لي من الاخبار المتواترة من اصول المذهب لئلا تصلوا بخدعهم و غرورهم و اتمم حجة ربكم عليكم و اودي ما وصل لي من مواليكم اليكم ليهلك من هلك عن بينة و يحيى من حيّ عن بينة و اتلو عليكم ما اردت ايراده في بابين

آ گئے ہیں (یعنی وحدت الوجود) وہ سراسر کفر و شرک ہے نیز یہ فرقہ عقیدۂ جبر اور تمام عبادات کے ساقط ہونے اور اسی قسم کے دوسرے بعض باطل عقائد و نظریات کا قائل ہے۔

اے برادرانِ اسلامی! (ذرا ان سے) ان شیطانوں کے وسوسوں اور شبہوں سے اپنے دین و ایمان کو بچاؤ اور خیال رکھو، مبادا کہیں ان کے ظاہری اور مصنوعی خلاق و اطوار سے جو جاہلوں کے دلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، کہیں دھوکا نہ کھا جانا۔ (اور کہیں سراب کو آب نہ سمجھ لینا) لو اب وہ وقت آ گیا ہے کہ میں مذہب شیعہ کے وہ تمام اصول و عقائد اجمالاً بیان کروں جو سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام کے اخبار متواترہ سے مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں تا کہ تم ان لوگوں کے دام فریب میں پھنس کر گمراہ نہ ہو سکو

نیز تم پر خدا کی طرف سے تمام حجت کرتا ہوں اور تمہارے مقتداؤں اور پیشواؤں کا جو پیغام مجھ تک پہنچا ہے اسے (بلا کم و کاست) تم تک پہنچاتا ہوں تا کہ جو شخص ہلاک (گمراہ) ہو تو بینہ و برہان کے ساتھ ہو اور جو زندہ ہے (ہدایت حاصل کرے) تو وہ بھی دلیل و برہان کے ساتھ۔ میں اس رسالہ میں جو کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں اسے (ذیل میں) دو بابوں کے اندر پیش کرتا ہوں۔ (وعلیہ التکلان)

الباب الاوّل

پہلا باب

فيما يتعلق باصول العقائد

اصول عقائد کے بیان میں

اعلموا ان ربكم سبحانه قد علمكم في كتابه طريق العلم بوجوده و صفاته فامركم بالتدبر فيما اودع في آفاق السموات و الارض و في انفسكم من غرائب الصنع و بدائع الحكمة فاذا تاملتم و تفكرتم بصريح عقلكم ايقنتم ان لكم ربا حكيما قادرا قاهرا لا يجوز عليه الظلم و

معرفت توحید کا بیان:

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تمہارے پروردگار نے اپنے وجود ذاتی اور اپنی صفات جلال و جمال کی معرفت کا طریقہ اپنی کتاب (قرآن) میں تمہیں بتلا دیا ہے یعنی (اس مقصد کے حصول کی خاطر) زمین و آسمان اور خود تمہارے نفوس (معرفت انفس و آفاق) میں اس کی جو جو عجیب و غریب صنعتیں اور حکمتیں موجود ہیں ان میں غور و فکر کرنے کا تمہیں حکم دیا ہے، جب تم ان میں عقل صریح و سلیم کے ساتھ غور و فکر کرو گے تو تمہیں یقین کامل ہو جائے گا کہ اس کارگاہ ہستی کا بنانے والا (تمہارا) ایک پروردگار موجود ہے جو حکیم بھی ہے اور علیم بھی، قادر بھی ہے اور قاہر بھی، جس سے بے ظلم کرنا

---

۱ معرفت الٰہی بدیہی ہے یا نظری؟ یا کچھ بدیہی ہے اور کچھ نظری؟ قرب یہی تحریر قوی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدائے رحمٰن کی اجمالی معرفت تو بالکل بدیہی اور فطری ہے کہ اس عالم کا کوئی صانع علیم اور کوئی خالق حکیم ہے جس نے اس کائنات کو عدم سے وجود عطا کیا ہے۔ البتہ اس کی پوری معرفت کہ وہ واحد و لاشریک ہے۔ وہ جسم اور زمان و مکان سے مبرا ہے اور دنیا و آخرت میں نظر نہیں آتا وغیرہ وغیرہ یہ نظری ہے اور دلیل و برہان کا محتاج اور خدا کی ہستی اور اس کی صفات کے اثبات کا طریقہ وہی صحیح ہے جس کا تذکرہ سرکار علامہ نے فرمایا ہے کہ اثر کو دیکھ کر اس کے مؤثر، مخلوق کو دیکھ کر اس کے خالق اور مصنوع کو دیکھ کر اس کے

القبيح ثم ان ربكم بعث اليكم نبياً مؤيداً بالآيات الظاهرة والمعجزات الباهرة و يشهد بديهة العقل بانه لا يجوز على الله

ان يجري على يد كاذب اشباه هذه المعجزات فاذا ايقنت بصدق

اور فعل قبیح کا ارتکاب کرنا روا نہیں ہے، پھر تمہارے پروردگار نے (از راہِ لطف و کرم) تمہاری طرف ایک ایسا نبی بھیجا جس کی روشن نشانیوں اور کھلے کھلے معجزوں سے تائید و نصرت کی گئی ہے اور یہ بات عقل کی واضح شہادت سے ثابت ہے کہ خدائے حکیم کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔ کہ وہ کسی غلط مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس قسم کے معجزات ظاہر فرمائے (لہذا ماننا پڑے گا کہ آپ برحق نبی ہیں) پس جب تمہیں نبی کی صداقت کا یقین ہو گیا اور ان کو خدا کا نبی تسلیم

صانع پر استدلال کیا جائے اور کائنات میں پائی جانے والی عجیب و غریب حکمتوں سے اس کے علیم و حکیم ہونے پر استدلال کیا جائے۔ قرآن کریم، انبیاء و مرسلین اور ائمہ طاہرین نے بھی یہی طریقہ استعمال کیا ہے۔ (منہ عفی عنہ)

۔ منجملہ ان مسائل کے جن کو موجودہ دور میں بعض نام نہاد علماء نے اختلافی و نزاعی بنا دیا ہے (اگرچہ وہ چودہ سو سال سے متفق علیہ چلے آ رہے ہیں) ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہے جسے وہ حسب ضرورت کسی نبی یا امام کے ہاتھوں پر ظاہر کرتا ہے؟ یا اس کے حقیقی فاعل نبی و امام ہیں؟ اور یہ معجزہ ان کے افعال اختیاریہ میں سے ہے؟ جو بات قرآن کریم، ارشادات معصومین، تحقیقات علماء متقدمین و متاخرین اور عقلی دلائل و براہین کی روشنی میں ثابت ہے وہ یہ ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خداوند عالم ہے، ہاں نبی و امام کی طرف اس کی نسبت مجازاً دی جاتی ہے کیونکہ اس کا ظہور ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔ یہاں اس موضوع پر دلائل و براہین پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری کتاب "اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ" کا پانچواں باب ملاحظہ کیا جائے جس کے بعد ہر قسم کے قیل و قال کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ سرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمہ کے نزدیک بھی یہی بات درست ہے کہ معجزہ کا فاعل حقیقی خدا ہے جسے وہ بوقت ضرورت اپنے نمائندوں (نبی و امام) کے مقدس ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے۔ اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ علامہ موصوف نے "بحار الانوار" میں وضاحت فرمائی ہے فرماتے ہیں۔

"من اعتقد ان المعجزات و الكرامات من فعل النبي و الامام فليس في كفره ريب ولا شك" "یعنی جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ معجزہ نبی و امام کا فعل ہے اس کے کفر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔" (علی ما نقل عنه فی "سبیل النجاة فی اصول الاعتقادات" طبع ایران ص ۱۳۱) ان فی هذا لبلاغاً لقوم یعقلون۔ (منہ عفی عنہ)

النبي و اعتقدت به يلزمك ان تتبعه و تعتقدانه صادق في كل ما يخبرك به في اصول الدين و فروعه فمماثبت في الدين بالآيات و الاخبار المتواترة هو انه واحد لا شريك له في ملكه و لايجوز عبادة غيره و لم يستعن في خلق العالم باحد غيره و انه احدى الذات ليس له اجزاء خارجية و لا وهمية و لا عقلية و انه احدى المعنى ليس له صفات زائدة بل صفاته عين ذاته و انه ازلي لا ابتداء لوجوده في جانب الازل ابدي يمتنع فناء عليه ازلاً و ابداً و انه ليس بجسم و لا جسماني ولا زماني ولا مكاني و انه حي بلا حيوة زائدة و بلا كيفية و مريد بلا خطور بال ولا

بھی کرلیا تو اب تم پر لازم ہے کہ ان کی اتباع و پیروی بھی کرو اور یہ عقیدہ رکھو کہ انھوں نے دین کے اصول و فروع کے سلسلہ میں جو کچھ بیان فرمایا ہے وہ اس میں صادق ہیں، اور منجملہ ان امور کے جو آیات (قرآنیہ) اور اخبار متواترہ سے ثابت ہیں ایک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ (ذات وصفات اور افعال و عبادات میں) واحد و یکتا ہے اس کے ملک و ملکوت میں اس کا کوئی شریک و سہیم نہیں ہے (وہی معبود برحق ہے) اس کے سوا اور کسی چیز کی عبادت جائز نہیں ہے، اس نے اس عالم کو پیدا کرنے میں اور کسی ذات سے بھی مدد و اعانت طلب نہیں کی۔ وہ ذات میں ایسا واحد و احد ہے کہ نہ اس کے اجزاء خارجی ہیں (از قسم ہاتھ پاؤں وغیرہ) نہ وہمی ہیں اور نہ عقلی (از قسم جنس و فصل وغیرہ) اور وہ معنی اور صفات میں بھی واحد ہے یعنی وہ زائد برذات صفات نہیں رکھتا بلکہ اس کی صفات عین ذات ہیں۔ (اس امر کی وضاحت بعد ازیں کی جائے گی۔) وہ ازلی و ابدی ہے، یعنی وہ ایسا اول ہے کہ اس کی کوئی ابتدا نہیں اور ایسا آخر ہے کہ جس کے لیے فنا نہیں ہے، وہ نہ جسم ہے اور نہ جسمانی نہ زمانی ہے اور نہ مکانی (یعنی وہ جسم و زمان اور مکان کا محتاج نہیں ہے) وہ زندہ ہے مگر اس کی حیوۃ زائد برذات نہیں، وہ صاحب ارادہ ہے مگر دل کی سوچ بچار سے

رؤيته و انه يعمل بالاختيار و هو
غير مجبور في افعاله و انه
على كل شيئ قدير و انه لو اراد
خلق الألف امثال هذا العالم لخلقها
بلا مادة ولا مدّة لا على ما يزعمه
الحكيم انه لا يكون خلق الاجسام
الا بمادة قديمة و استعداد و انّه
عالم بجميع الاشياء جزئياتها و
كلّياتها و ان علمهٗ بما كان و بما
يكون على نهج واحد لا يتغير
علمه بالشيئ بعد ايجاده

و انه لا يعزب عن علمه مثقال
ذرّة في الارض و لا في السماء لا
على ما يزعمه الحكيم انه لا يعلم
الجزئيات والقول به كفر و لا يلزم
بل لا يجوز التفكر في كيفية علمه
انه حضوري او حصولي و لا في
سائر صفاته اكثر مما ترذوا و بينوا
لنا فانه يرفع الى التفكر في
ذاته تعالى و قد نهينا عن التفكر

نہیں، وہ فاعل مختار ہے یعنی اپنے افعال میں مجبور و
مقہور نہیں، وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ اگر اس عالم
جیسے ہزار ہا عالم بلا مادہ و مدت پیدا کرنا چاہے تو
(چشم زدن میں) پیدا کر سکتا ہے، ایسا نہیں جیسے کہ
حکماء خیال کرتے ہیں کہ اجسام کی خلقت قدیم مادہ
اور اس کی استعداد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نیز وہ
خدائے علیم کلیات و جزئیات غرض تمام اشیاء کا
عالم ہے اور اس کا ما کان (گذشتہ) اور ما یکون
(آئندہ) سے متعلق علم یکساں ہے۔ (خلقت
اشیاء سے پہلے اسے جو علم ہوتا ہے) ان کے وجود
میں آنے کے بعد اس کے علم میں کسی قسم کا کوئی تغیر
و تبدل پیدا نہیں ہوتا اور زمین و آسمان میں (غرضیکہ
پوری کائنات میں) ایک ذرہ بھی اس کے علم سے
پوشیدہ نہیں ہے، ایسا نہیں جیسا کہ حکماء کا خیال ہے
کہ اس کو جزئیات کا علم نہیں ہے، یہ اعتقاد رکھنا کفر
ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ (بناء بر اصطلاح منطق؟)
اس کا علم حضوری ہے یا حصولی؟ اس کی کیفیت میں
غور و فکر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جائز ہی نہیں ہے
کی طرح اس کی دوسری صفات کی کیفیات میں اس
مقدار سے جو سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام سے بیان
کر دی ہے زیادہ غور و خوض کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ
صفات میں غور و فکر کرنے کی بازگشت خدا کی ذات
میں فکر کرنے کی طرف ہوتی ہے جس میں فکر کرنے

فی اخبار کثیرة	کی کثیر اخبار میں ہمیں ممانعت کی گئی ہے ۱؎
	تکلیف شرعی کا بیان
و انه تعالیٰ لا یفعل شیئا الا	خالق حکیم جو کام کرتا ہے وہ کسی نہ کسی حکمت و

۱؎ چنانچہ اصول کافی وغیرہ میں اس مضمون کی بکثرت صحیح روایات مروی ہیں کہ تکلموا فی خلق الله ولا تتکلموا فی الله فان الکلام فی الله لا یزداد صاحبه الا تحیرا خدا کی مخلوق میں کلام کرو مگر خدا کی ذات و ماہیت کے متعلق کلام نہ کرو کیونکہ اس سلسلہ میں کلام کرنے سے تحیر و سرگردانی میں اضافہ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں اذا انتهى الكلام الى الله فامسكوا جب سلسلہ کلام خدا تک پہنچ جائے تو خاموش ہو جاؤ کیونکہ خالق کی کنہ حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی بھی مخلوق کے لیے ممکن نہیں ہے۔

جواں در بلاغت بہ سحباں رسید ☆ نہ در کنہ بیچون سبحاں رسید

یہ وہ مشکل مقام ہے جہاں انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور ائمہ طاہرین یہ کہہ کر اپنے عجز کا اقرار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں سبحانک ما عرفناک حق معرفتک سبحان من لا یعلم ما هو الا هو، قیل۔

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم ☆ وز ہر چہ گفتہ اند شنیدیم و خواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر ☆ ما ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

یہی وجہ ہے کہ شریعت مقدسہ اسلامیہ میں ہمیں اس کی اصلیت و ماہیت معلوم کرنے کی تکلیف ہی نہیں دی گئی بلکہ خالق کائنات کے متعلق صرف اس قدر اجمالی عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ وہ واجب الوجود ہے کائنات کا خالق و مالک ہے وہ ہر صفت کمال سے متصف اور ہر صفت نقص سے منزہ ہے۔ وہ ذات و صفات اور افعال و عبادت میں واحد و یگانہ ہے لیس کمثله شیء۔ الغرض اس سلسلہ میں سورۂ توحید کا سمجھ کر پڑھ لینا اور اس پر ایمان رکھنا کافی ہے اس سے زیادہ موشگافیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے من قرا قل هو الله احد و آمن به فقد عرف التوحيد۔ جو شخص سمجھ کر سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھ لے اور اس (کے مطلب) پر ایمان لائے اس نے توحید کی معرفت حاصل کر لی (عیون اخبار الرضا) خلاصہ یہ کہ یہ اقرار کرنا کہ اللہ ہے وہ واحد لاشریک و بے نظیر واحد قدیم ثابت موجود غیر فقید واحد لیس کمثله شیء یہ ہے معرفت پروردگار کا کمترین درجہ جو ایک عام انسان کے اسلام کے لیے کافی ہے (''بحار الانوار'' جلد ۲ و توحید صدوق) (منہ عفی عنہ)

لحكمة و مصلحة و انه لا يظلم احدا و لا يكلّف احدا مالا يطيقه و انه كلّف العباد لمصالحهم و منافعهم و لهم الاختيار في الفعل والترك

و انه لا جبر و لا تفويض. بل امر بين الامرين فالقول بان العباد مجبورون في افعالهم يستلزم الظلم و هو على الله تعالى محال والقول بان لامدخل لله تعالى مطلقاً في اعمال العباد كفر

بل لله تعالى مدخل بالهدايات و التوفيقات و تركهما و هو المعبّر عنه في

مصلحت کے تحت کرتا ہے وہ کسی مخلوق پر بھی ظلم و زیادتی نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو طاقت برداشت سے زیادہ تکلیف دیتا ہے، اس نے اپنے بندوں کو تکالیف شرعیہ کا جو مکلف بنایا ہے تو اس سے ان کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے[1]

انسان کے فاعل مختار ہونے کا بیان

خدا نے بندوں کو کام کرنے اور نہ کرنے میں فاعل مختار بنایا ہے اس میں نہ تو محض جبر ہے اور نہ محض تفویض اور واگذاری ہے بلکہ اصل حقیقت ان دونوں کے بین بین ہے، پس یہ کہنا کہ بندے اپنے افعال میں محض مجبور ہیں (سب کچھ خدا کرتا کراتا ہے) اس سے خدا کا ظالم ہونا لازم آتا ہے (کہ خدا خود بندے سے برے کام کرواتا ہے اور پھر اسے سزا دیتا ہے) اور یہ خدا کے لیے محال ہے اسی طرح یہ کہنا کہ خدا کو بندوں کے فعل میں ہرگز کوئی دخل نہیں، یہ بھی کفر ہے۔

توفیق و خذلان کا بیان

بلکہ حق یہ ہے کہ خدا کو کار خیر کی توفیق دینے یا اس کے سلب کر لینے والا دخل ضرور حاصل ہے شرعی اصطلاح میں (اس توفیق دینے کو "امداد" اور سلب

[1] شرعی اوامر و احکام میں مکلفین کیلئے کیا کیا فوائد و حکم پوشیدہ ہیں اور نوہی و مناہی میں کیا کیا مضرات و نقصانات مضمر ہیں ان کا ایک شمہ ہماری مطبوعہ شدہ مفصل و مدلل فقہی کتاب "قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ" کے اندر بیان کر دیا گیا ہے اسکی طرف رجوع کیا جائے۔ (منہ عفی عنہ)

عرف الشرع بالاضلال و لكن بتلك الهدايات لا يصير العبد مجبوراً بالفعل و لا بتركهما في الترك كما اذا كلّف السيّد عبدهٔ بتكليف و اوعد على تركه عقابه و فهمه ذالک فاذا اكتفى بهما ولم يفعل العبد لا يعدّ العقلاء عقابه قبيحا

و لو اكد السيّد هذا التكليف بتاكيدات و تهديدات و ملاطفات و وكلّ عليه مؤكلا و محصّلاً لايجبره عليه فعمل يعلم العقلاء انه لم يصر مجبوراً بذالک على العمل و هذا القدر من الواسطة مما دلّت عليه الاخبار

توفیق کو "اضلال" کہا جاتا ہے، (یهدی من یشاء و یضل من یشاء) لیکن خدا کے اس هدایت و توفیق دینے یا اس کے سلب کرنے سے انسان مجبور نہیں ہوجاتا جیسے ایک آقا اپنے غلام کو کوئی کام کرنے کا حکم دے اور اس کی بجا آوری پر انعام دینے کا وعدہ اور نہ کرنے پر سزا کی دھمکی دے اور وہ کام جس طرح انجام دینا ہے اسے سمجھا بھی دے اور اسی مقدار پر اکتفا کرے اور غلام وہ کام انجام نہ دے تو عقلاء روزگار اس کی سزا دہی کو قبیح اور غلط نہیں سمجھتے۔

لیکن اگر وہ آقا اس کام کی انجام دہی کو مختلف تاکیدوں، تہدیدوں، لطف فرمائیوں اور کرم فرمائیوں سے موکد کردے اور مزید برآں اپنا ایک نمائندہ بھی اس پر مقرر کردے جو اسے مجبور تو نہ کرے (مگر یاددہانی برابر کراتا رہے) ان حالات میں اگر وہ شخص اس کام کو انجام دیدے تو عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ ایسا کرنے سے وہ شخص اس کام کے کرنے پر مجبور نہیں ہوجاتا (ہاں البتہ اسے یہ کام انجام دینے میں سہولت ضرور ہوجاتی ہے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں اس کام کی انجام دہی میں وہ سہولت نہیں ہوتی) اتنی مقدار پر اخبار و آثار ضرور دلالت کرتے ہیں۔ (اور یہی صحیح مفہوم ہے بل الامر بین الامرین کا۔ واللہ اعلم)

و ليس لك التفكر في شبه
القضا و القدر والخوض فيها فان
الائمة قد نهونا عن التفكر فيهما
فان فيهما شبهاً قوية يعجز عنها
عقول اكثر الناس عن حلها و قد
ضل فيها كثير من العلماء فاياك
والتفكر و التعمق فيها فانه لا
يفيدك الا ضلالاً ولا يزيدك الا
جهلا

ثم يجب ان تؤمن بمعرفة جميع
الانبياء والمرسلين مجملاً و
عصمتهم و طهارتهم و انكار

قضا و قدر کا اجمالی بیان.

تمہارے لیے قضا و قدر کے شبہات میں غور و خوض کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ (علمائے اسلام یعنی) ائمہ طاہرین علیہم السلام نے ان میں غور و خوض کرنے کی ہمیں ممانعت فرمائی ہے اس لیے کہ ان میں ایسے ایسے قوی شبہے موجود ہیں جن کے حل کرنے سے اکثر لوگوں کی عقلیں عاجز ہیں بلکہ بہت سے علماء ان کی وجہ سے گمراہ ہو گئے ہیں لہٰذا ہرگز ان کی گہرائی میں جانے کی کوشش نہ کریں کیونکہ ان میں غور و فکر کرنے سے سوائے ضلالت و جہالت میں اضافہ و ازدیاد کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ

ان کس نکشود و نگشاید بحکمت ایں معما را

انبیاء پر ایمان رکھنے کا بیان

پھر یہ بھی واجب ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین کی نبوت و رسالت اور ان کی عصمت و طہارت پر ایمان

لہ ارباب عقل و علم پر مخفی نہیں ہے کہ قضا و قدر کا مسئلہ ان مشکل عقائد و مسائل میں سے ہے کہ جن کی اصل حقیقت تک رسائی راسخون فی العلم کے سوا باقی لوگوں کے لیے ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے عقول ناقصہ پر اعتماد کر کے اس گرہ کو کھولنا چاہا وہ افراط و تفریط کا شکار ہو کر گمراہ ہو گئے یہی وجہ ہے کہ علماء ربانیین نے اس نازک مسئلہ میں زیادہ غور و خوض کرنے کی ممانعت کی ہے چنانچہ جب حضرت امیر علیہ السلام سے قضا و قدر کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا بحر عمیق فلا تلجہ۔ یہ گہرا سمندر ہے اس میں داخل نہ ہو (کتاب توحید) ہاں جو حضرات اس نازک موضوع کی کچھ تفصیلات معلوم کرنا چاہیں وہ ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں (منہ عفی عنہ)

نبوتهم او سبهم اوالاستهزاء بهم
او قول ما يوجب الازراء بشأنهم
كفر واما المشهورون منهم كآدم و
نوح و موسىٰ و عيسى و داؤد و
سليمن و سائر من ذكر الله تعالى
في القرآن فيجب ان تؤمن بهم على
الخصوص و بكتبهم و من انكر
واحداً منهم فقد انكر الجميع و
كفر بما انزل الله

و يجب ان تؤمن بحقية القرآن

و ما فيه مجملاً و كونه منزلاً من
عند الله تعالى و كونه معجزاً و
انكاره والاستخفاف به كحرقه بلا
ضرورة و القائه في القاذورات كفر
واما مالا يستلزم ذلك كمد
الرجل نحوه فان قصد الاستخفاف
به كفر و الا فلا وكذا يجب تعظيم
الكعبة و الاستخفاف بها كفر
كالحدث فيها اختياراً او قول ما
يوجب الاهانة بها و كذا كتب

رکھی جائے اور ان کی نبوت کا انکار کرنا، ان کو گالی دینا
اور ان کا تمسخر اڑانا یا کوئی ایسی بات کرنا جس سے ان
کی قدر و منزلت میں فرق پڑتا ہو یا ان کی عزت و
عظمت و شان گھٹتی ہو کفر ہے۔ ان میں سے جو ہستیاں
مشہور ہیں جیسے جناب آدمؑ، نوحؑ، موسیٰ، عیسیٰ،
داؤد، سلیمان اور وہ سب جن کا خدا نے قرآن مجید
میں صراحۃً ذکر کیا ہے (جیسے حضرت ابراہیم،
اسمٰعیل، اسحاق اور یعقوب، الیاس وغیرھم) ان پر اور
ان کی کتابوں پر خصوصاً ایمان رکھنا واجب ہے اور جو
شخص ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے وہ ایسا ہے
کہ گویا اس نے سب کا انکار کر دیا ہے۔

قرآن پر ایمان رکھنے کا بیان

اور واجب ہے کہ قرآن مجید کی حقیقت اور جو
کچھ اس میں ہے اس پر اجمالاً اعتقاد رکھا جائے اور
یہ کہ وہ خدا کا نازل کردہ ہے اور پیغمبر اسلام کا معجزہ
(جاودہ) ہے اس کا انکار کرنا یا اس کو خفیف سمجھنا کفر
ہے اسی طرح وہ کام جو قرآن کی سبکی کا باعث ہو
جیسے بلا ضرورت اسے جلانا یا اسے گندگی میں پھینکنا
(یہ بھی کفر ہے) لیکن وہ کام جو بہر حال سبکی کو مستلزم
نہیں جیسے اس کی طرف پاؤں دراز کرنا (تو یہ ارادہ پر
منحصر ہے) اگر اس سے قصد قرآن کی اہانت ہو تو
کفر ہے ورنہ نہیں، اسی طرح کعبہ کی تعظیم واجب ہے
اور اس کو خفیف سمجھنا کفر ہے جیسے نجاست اختیاری
اس میں پیشاب و پاخانہ کرنا (العیاذ باللہ) یا کوئی

احادیث النبیّ والائمة علیهم السّلام و بعضها یخرج عن دین الامامیّة

و کذا یجب الاعتقاد بوجود الملائکة و کونهم اجساماً لطیفة او بعضهم و ان لبعضهم اجنحةً و لهم صعود و نزول وانکار المشاهیر منهم کجبرئیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیهم السّلام و انکار جسمیتهم کفرو یجب تعظیمهم والاستخفاف بهم و سبّهم و قول ما یوجب الازراء بهم کفرو کذا عبادة الصنم و السجود لغیر الله تعالی مطلقاً بقصد العبادة کفرو

کی بات کرنا جو اس کی توہین کا باعث ہو، اسی طرح پیغمبر اسلام اور ائمہ علیہم السلام کی کتب احادیث کی تعظیم بھی ضروری ہے۔ مذکورہ بالا امور میں سے کچھ کا ارتکاب آدمی کو مذہب امامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

ملائکہ پر ایمان کا بیان

اسی طرح ملائکہ کے وجود اور ان سب کے یا بعض کے جسم لطیف رکھنے، نیز ان کے پر و بال رکھنے اور ان کے (آسمانوں پر) چڑھنے اور اترنے پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور ان میں سے جو مشہور ہیں جیسے جناب جبرئیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام، ان کا انکار کرنا یا ملائکہ کے جسمانی ہونے کا انکار کرنا کفر ہے، نیز ان کی تعظیم و تکریم واجب ہے اور ان کو خفیف و حقیر سمجھنا، ان کو گالی دینا یا کوئی ایسی بات کرنا جو ان کی توہین کا باعث ہو کفر ہے۔ اسی طرح بت کی عبادت کرنا اور غیر خدا کا بقصد عبادت سجدہ کرنا کفر ہے[1]۔

---

[1] اور اگر بقصد عبادت نہ ہو بلکہ بقصد تعظیم ہو تو یہ بھی گو حرام ہے مگر کفر نہیں ہے بلکہ موجب فسق ہے۔ (ملاحظہ ہو حیاۃ القلوب جلد ۱ ص ۲۰۶ طبع نولکشور) بعض کج فہم لوگ ملائکہ اور والدین یوسف کے سجدوں سے سجدۂ تعظیمی کے جواز پر استدلال کیا کرتے ہیں جو امر غلط ہے۔ روایات صحیحہ سے واضح ہے کہ ملائکہ نے جناب آدم کو قبلہ سمجھ کر خدا کو سجدہ کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو "احتجاج طبرسی" و "حیاۃ القلوب" وغیرہ) اور بنا بر تسلیم ایں کہ وہ سجدۂ تعظیمی تھا پھر بھی اس سے امت محمدیہ میں اس کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ امت مرحومہ میں یہ جواز منسوخ ہو گیا ہے، جیسے کہ علامہ خازنی نے اپنی تفسیر "لوامع التنزیل" جلد ۱ ص ۱۸۹ پر صراحت فرمائی ہے باقی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری کتاب "احسن الفوائد فی شرح العقائد" باب ۳۳ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

و القول بحلوله في غيره كما قاله بعض الصوفية و ان له تعالى صاحبة او ولداً او شريكاً كما قال النصارى و انه تعالى جسم او ان له مكاناً كالعرش وغيره او ان له صورة او جزءً او عضواً فكل ذالک كفر و اعلم انه

لا يمكن رؤيته تعالى بالبصر لا في الدنيا و لا في الآخرة و ماورد في ذلك مؤول و انه لا يمكن الوصول الى كنه ذاته او صفاته

حلول اور اتحاد کا بطلان

یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا کسی چیز میں حلول کرتا ہے جیسا کہ بعض صوفی اور غالی کہتے ہیں، یا کسی کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے جیسا کہ بعض صوفیوں کا خیال ہے[1]۔ یا یہ اعتقاد رکھنا کہ خدا کی بیوی یا اولاد یا کوئی شریک ہے جیسا کہ نصرانی کہتے ہیں، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا جسم رکھتا ہے، یا اس کا کوئی مکان ہے جیسے عرش وغیرہ یا اس کی کوئی صورت ہے، یا اس کا کوئی جزو یا عضو ہے یہ سراسر کفر و شرک ہے۔

رؤیت باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ

نیز یہ بھی جاننا چاہیے کہ خدا کو ان ظاہری آنکھوں سے دنیا و آخرت میں دیکھنا محال ہے اور اس سلسلہ میں جو بعض (متشابہ آیات روایات) وارد ہیں ان کی تاویل کی گئی ہے[2]۔ خدائے تعالیٰ کی ذات وصفات کی حقیقت واقعیہ تک انسانی عقل و خرد کی رسائی ممکن نہیں ہے۔[3]

---

[1] جیسا کہ اسی رسالے کے ص ۳۳ ص ۳۴ کے حاشیہ پر اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ (منہ عفی عنہ)

[2] اس موضوع کی جملہ تفصیلات "احسن الفوائد فی شرح العقائد" میں دیکھی جا سکتی ہیں (منہ عفی عنہ)

[3] اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی صفات چونکہ عین ذات ہیں اور قبل ازیں واضح کیا جا چکا ہے کہ خداوند عالم کی ذات حقیقت تک انسانی عقل و فکر کی رسائی ناممکن ہے اور اس میں زیادہ غور و فکر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اس کی صفات کی اصل حقیقت تک بھی رسائی ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں زیادہ غور و فکر کرنا جائز ہے۔ (منہ عفی عنہ)

او ان التعطيل و نفي جميع صفاته عنه باطل كما يلزم على القائلين بالاشتراك اللفظي

بل يجب اثبات صفاته تعالى على وجه لا يتضمن نقصاً كما نقول انه عالم لكن لا كعلم المخلوقين بان يكون حادثاً او يمكن زواله او يكون بحدوث صورة او بآلة او معلولاً بعلة فاثبت له تعالى الصفة و نفيت عنه ما يقارنها فينا من صفات النقص و لا تعلمها بكنه حقيقتها و نقول انه تعالى قادر على كل ممكن و القدرة فينا صفة زائدة حادثة و آلات و ادوات فتنفي عنه تلك الامور فتقول قادر بذاته بلا صفة زائدة و لا كيفية حادثة و بلا آلة فذاته البسيط

تعطیل کا بطلان:

خدا کو معطل ماننا اور اس سے تمام صفات کی نفی کرنا باطل ہے جیسے کہ (وجود کو) مشترک لفظی ماننے والوں پر یہ بات لازم آتی ہے۔

صفاتِ خداوندی پر ایمان کا بیان

خداوند عالم کے لیے اس طرح صفات ثابت کرنا واجب ہے کہ ان سے اس کی ذات میں کوئی نقص لازم نہ آئے مثلاً تم یہ تو کہو کہ وہ عالم ہے مگر اس کا علم عام مخلوق کے علم جیسا نہیں ہے کہ حادث ہو یا اس کا زائل ہونا ممکن ہو یا (معلوم کی) صورت (عالم کے ذہن میں) پیدا ہو یا کسی آلہ کا محتاج ہو، یا کسی علت کا معلول ہو، لہٰذا تم اس کے لیے صفت علم تو ثابت کرو مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم میں جو نقائص پائے جاتے ہیں ان کی نفی کرو اور اس صفت کی اصل حقیقت معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اسی طرح یہ تو کہو کہ وہ ہر ممکن بات پر قدرت کاملہ رکھتا ہے مگر یہ قدرت ہم میں زائد بر ذات حادث ہے اور آلات و اسباب کی محتاج ہوتی ہے، پس ان تمام عوارض کی نفی کرو کیونکہ وہ بلا صفت زائدہ حادثہ اور بلا آلہ صاحب قدرت مطلق ہے یعنی اس کی بسیط ذات ہر ایک شے کو وجود دینے پر قادر ہے، اسی طرح یہ بھی کہو کہ وہ مرید (صاحب ارادہ) ہے۔ لیکن ہمارا ارادہ چند

كافية في ايجاد كل شئ و تقول
تعالى مريد و الارادة فيا تتضمن
اموراً من التصور لذلك الفعل و
تصور منفعته و التصديق بحصولها
و ترتبها عليه مع تردد غالباً حتى
ينتهي الى العزم فيبعث في النفس
شوق يوجب تحريك العضلات و
الادوات حتى يصدر ما ذالك
الفعل و ارادته تعالى ليست الاعلمه
القديم الذاتي بالشئ و بما فيه من
المصلحة ثم ايجاده في زمان تكون
المصلحة في ايجاده فالارادة اما
ايجاد للشئ كما ورد في الاخبار
او علمه بكونه اصلح كما قاله
المتكلمون و كذا القول انه سميع
و بصير و ما هو كمال فينا من
السمع و البصر هو العلم
بالمسموعات والمبصرات و اما

امور کا حامل ہوتا ہے
(۱) اس کام کا تصور جس کا ارادہ ہے۔
(۲) اس کے فائدہ کا تصور
(۳) اس فائدہ کے حاصل ہونے اور اس کام پر اس
کے مترتب ہونے کی تصدیق۔
(۴) پھر یہ ارادہ برابر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ
عزم (پختہ) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔
(۵) جس سے نفس میں (اس کام کے کرنے کا) یہ
شوق و ذوق پیدا ہوجاتا ہے جو اعضاء و جوارح کو
حرکت میں لاتا ہے یہاں تک کہ وہ فعل ہم سے صادر
ہوجاتا ہے مگر خدا کا ارادہ (اس طرح نہیں ہے بلکہ)
کسی چیز اور اس میں جو حکمت پوشیدہ ہے علم ذاتی
قدیم سے اس کے معلوم کرنے اور جب اس کو عالم
وجود میں لانے میں مصلحت ہو تو اس کو وجود دینے کا
نام ارادہ ہے جس بنا پر ارادہ ایزدی یا تو صرف کسی
چیز کو وجود دینے کا نام ہے جیسا کہ اخبار اہلبیت میں
وارد ہے (کہ ارادہ الٰہی صفات فعل میں سے ہے۔)
یا علم بالاصلح کا نام ہے جیسا کہ متکلمین کا نظریہ ہے اسی
طرح یہ تو کہو کہ وہ سمیع و بصیر ہے مگر سماعت اور
بصارت کا کمال ہم میں یہ ہے کہ مسموعات (جو باتیں
کانوں سے سنی جاتی ہیں) اور مبصرات (جو چیزیں
آنکھوں سے دیکھی جاتی ہیں) کا علم حاصل ہو باقی
رہی یہ بات کہ ہم کان سے سنتے اور آنکھ سے دیکھتے

كونهما بآلتي السمع و البصر مع
سائر شرائطهما فانما هو عجزنا و
احتياجنا الى الآلات و اما فيه فليس
الاعلمه بالمسموعات و المبصرات
ابداً بذاته البسيطة من غير حدوث
صورة و آلة و اشتراط و جود
ذلک الشئی فانها صفات النقص و
كذا تقول انه حي و الحيوة فينا انما
هو صفة زائدة يقتضي الحس و
الحركة و فيه تعالى ثابت على وجه
لا يقتضي النقص فانه حيّ بذاته لانه
يصدر منه الافعال و يعلم جميع
الامور فذاته البسيطة تقوم
مقام الصفات و الآلات فينا فما
هو كمال في الحيوة من كونه
مدركا ثابتا له تعالى و ما هو
نقص من الاحتياج الى الكيفيات
و الآلات منفي عنه و كذا نقول

ہیں اور وہ بھی اس وقت جب کہ دیکھنے اور سننے کے
شرائط موجود ہوں (مثلاً دیکھنے میں ایک شرط یہ ہے
کہ وہ چیز کسی جہت میں ہو، دوسرے یہ کہ اس کے
لیے خارجی روشنی موجود ہو، تیسری یہ کہ حد بصر سے
دور نہ ہو چوتھے یہ کہ وہ چیز جسم رکھتی ہو وغیرہ وغیرہ۔
تو یہ اس لیے ہے کہ ہم آلات و اسباب کے محتاج ہیں
مگر خدا کے سمیع و بصیر ہونے کا مطلب بجز اس کے اور
کوئی نہیں ہے کہ وہ تمام مسموعات اور مبصرات کا ذاتی
علم رکھتا ہے بغیر اس کے کہ اس کی ذات میں اس چیز
کی کوئی صورت پیدا ہو یا وہ کسی آلہ کا محتاج ہو اور وہ
چیز خارج میں موجود ہو (لان علمه قبل الخلق
كعلمه بعد الخلق) کیونکہ یہ امور نقص و عیب کی
علامت ہیں (جس سے اس کی ذات منزہ ہے) اس
طرح تم یہ تو کہو کہ وہ حی (زندہ) ہے مگر ہم میں حیات
ایک صفت زائد بر ذات ہے جو حس و حرکت کا تقاضا
کرتی ہے مگر خدا میں یہ صفت اس طرح ثابت ہے
کہ اس سے کوئی نقص لازم نہیں آتا یعنی وہ بالذات
زندہ ہے کیونکہ اس سے مختلف افعال و اعمال کا صدور
ہوتا ہے اور وہ تمام امور و اشیاء کو جانتا ہے۔ (اور یہ
اس کی حیات و زندگی کی ناقابل رد دلیل ہے۔ خلاصۂ
کلام یہ ہے کہ ہم میں تو مختلف خارجی آلات و
اسباب کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہاں صرف اس کی
بسیط ذات ان سب کے قائم مقام ہے پس جو چیز کسی

انه متكلّم و الكلام فيما اسما
يكون بآلات و ادوات و
كلامه تعالى ايجاده الاصوات
في اي شيء اراد والقاء الكلام في
نفس ملك او نبي او غير
ذلك فلا يقوم به و لا يحتاج
في ذالك الى آلة و هو حادث
و هو من صفات فعله و ما هو
كمال ذاتي من ذالك فهو
قدرته تعالى على ايجاد الكلام او
علمه بمدلولاته و هما قديمان من
صفاته الذاتية غير زائدة على ذاته
تعالى و هكذا في جميع صفاته فلا
تنف عنه تعالى الصفة و لا تثبت له
ما يوجب نقصاً و عجزاً

ثم اعلم انه صادق لا يجوز

ہستی کی حیوۃ کا کمال ہے یعنی مدرک اور عالم ہونا وہ
اس کے لیے ثابت ہے اور جو چیز باعث نقص ہے
یعنی آلات و کیفیت کا محتاج ہونا وہ اس سے مبرا
ہے۔ اسی طرح تم یہ تو کہو کہ خدا متکلم ہے مگر جب ہم
کلام کرتے ہیں تو اسباب و آلات (زبان، منہ
وغیرہ) کے محتاج ہوتے ہیں لیکن خدا کے کلام کرنے
کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ جس چیز میں چاہے کلام
(یعنی حروف اور آواز) پیدا کر دیتا ہے یا فرشتہ اور نبی
کے نفس میں کلام القا کر دیتا ہے۔ پس یہ کلام نہ تو خدا
کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں
وہ کسی آلہ وغیرہ کا محتاج ہے۔ یہ صفت (کلام)
حادث ہے (نہ قدیم) نیز یہ صفات فعل میں سے ہے
(نہ کہ صفات ذات سے) الغرض اس سلسلہ میں جو کچھ
خدا کا ذاتی کمال ہے وہ یہ ہے کہ خدا کلام کے ایجاد
کرنے پر قادر مطلق ہے یا کلام کے مدلول و منشا کا
علم رکھتا ہے البتہ یہ قدرت اور علم خدا کے صفات
ذاتیہ میں سے ہیں اور قدیم ہیں حادث اور زائد
بر ذات نہیں۔ یہی قانون تمام صفات خداوندی میں
برابر جاری و ساری ہے کہ نہ تو اس سے اصل صفت
کی نفی کرو اور نہ ہی اس کے لیے وہ کیفیت
ثابت کرو جو اس کیلئے باعث نقص و عیب ہو[1] نیز یہ

[1] اس اجمال کی بقدر ضرورت تشریح یہ ہے کہ خداوند عالم کی صفات کی تین قسمیں ہیں،
( ) ہمیشہ اس کے لیے ثابت ہوگی

عليه الكذب

بھی معلوم رہے کہ خداوند عالم صادق ہے اس کے لیے کذب (جھوٹ) روا نہیں ہے۔

حدوث عالم کا بیان:

ثم لا بد ان تعتقد ان العالم حادث اي جميع ما سوى الله بمعنى انه ينتهي ازمنة وجودها في الازل الى حد

یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ عالم یعنی خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ حادث ہے بایں معنی کہ ازل میں اس کی ابتدا موجود ہے (جس سے قبل وہ موجود نہ تھا) اور وہ تاویل غلط ہے جو ملحدین کیا کرتے ہیں کہ ذاتاً حادث ہے (مگر بالعرض قدیم ہے یا افراد کے اعتبار

---

(۲) کبھی بھی اس کے لیے ثابت نہ ہوں گی

(۳) کبھی ثابت ہوں گی اور کبھی نہ۔ پہلی قسم کا تعلق چونکہ ذات باری تعالیٰ سے ہے اس لیے انہیں صفات ذاتیہ، صفات کمالیہ، صفات جمالیہ، صفات حقیقیہ اور صفات ذات الاضافہ کہا جاتا ہے جیسے علم، قدرت، حیوۃ وغیرہ۔ یہ صفات عین ذات ہیں یعنی ذات و صفات میں کبھی جدائی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح ذات احدیت کی اصل حقیقت تک ہمارے عقل کی رسائی ممکن نہیں ہے اسی طرح ان صفات کی اصل حقیقت تک بھی ہمارے فہم کی رسائی ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا عالم ہے تو دراصل مقصد یہ بیان کرنا ہوتا ہے کہ وہ جاہل نہیں ہے۔ اور جب یہ کہتے ہیں کہ وہ قادر ہے تو غرض یہ ظاہر کرنا ہوتی ہے کہ وہ عاجز نہیں ہے۔ اصل حد اتفاق یہ جہاں تک خدا کے علم و قدرت کی حقیقت کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ادراک کی حدوں سے ماوراء ہے۔ دوسری قسم کی صفات کو صفات سلبیہ اور صفات جلالیہ بھی کہا جاتا ہے جیسے یہ کہ خدا جسم نہیں رکھتا، کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور فعل قبیح نہیں کرتا وغیرہ۔ اور تیسری قسم کو صفات فعلیہ اور صفات اضافات محضہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا تعلق خداوند عالم کے فعل کے ساتھ ہوتا ہے جیسے کہ وہ خالق، رازق اور محیی و ممیت ہے۔ جب خدا نے پیدا و رزق انجام نہیں دیے تھے تو اس وقت بالفعل خالق و رازق وغیرہ نہیں تھا اور اس سے کوئی نقص بھی لازم نہیں آتا۔ ہاں جب یہ کام انجام دیے تو خالق و رازق کہلایا۔ اس سے زیادہ وضاحت و صراحت کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

وهذا القدر كاف للخواص فضلاً عن العوام كما لا يخفى على اولي الافهام (منه عفي عنه)

و ينقطع لا على ما أوّله الملاحدة من الحدوث الذاتي فان على المعنى الذي ذكرنا اجماع جميع الملّيين والاخبار به متظافرة متواترة والقول بقدم العالم و بالعقول القديمة و الهيولى القديمة كما يقول الحكماء كفر

ثم اعلم ان انكار ما علم ثبوته من الدين ضرورة بحيث لا يخفى على احد من المسلمين الا ماشذ كفر يستحق منكره القتل

و هي كثيرة كوجوب الصلوات الخمس و اعداد ركعاتها و اوقاتها في الجملة و اشتمالها على الرّكوع و السّجود

سے حادث ہے اور نوع کے لحاظ سے قدیم ہے) اسی طرح ابد کے لحاظ سے بھی اس کی انتہا موجود ہے جس کے بعد وہ نہ ہوگا۔ عالم کے حادث ہونے کا جو مفہوم ہم نے بیان کیا ہے اس پر تمام اہل ادیان و ملل کا اجماع و اتفاق ہے اور اس کے بارے میں اخبار متظافرہ و متواترہ موجود ہیں۔ عالم کو قدیم سمجھنا یا عقول قدیمہ (جنہیں عقول عشرہ کہا جاتا ہے) کا قائل ہونا یا ہیولیٰ (مادہ) کو قدیم جاننا جیسے کہ فلاسفہ و حکماء کا اعتقاد ہے بالکل کفر ہے۔ (کیونکہ خدا وحدہ عالم کے سوا کوئی چیز قدیم نہیں ہے)

ضروریات دین کا بیان اور ان کے انکار کرنے کے احکام

جاننا چاہیے کہ جس چیز کا دین اسلام سے ہونا اس طرح بالضرورۃ و بالبداہت ثابت ہو کہ سوائے کسی شاذ و نادر فرد کے اور کسی بھی مسلمان پر مخفی نہ ہو (اور نہ کسی نے اس کی صحت اور اس کے ثبوت میں اختلاف کیا ہو) اس کا انکار کرنا کفر ہے اور اس کا منکر قتل کا سزاوار ہوتا ہے[1]۔

اور یہ ضروریات دین کثرت ہیں جیسے نماز پنجگانہ کا وجوب، ان کی رکعتوں کی تعداد (جو کہ سترہ ہے) ان

[1] دین اسلام سے خارج اگر مرتد ملی ہے تو پہلے اسے توبہ کرائی جائے گی، اگر کرے تو فبہا ورنہ قتل کر دیا جائے گا اور اگر مرتد فطری ہے تو بہرحال واجب القتل ہے۔ (مترجم عفی عنہ)

بل تكبيرة الاحرام و القيام و
القرائة على الاظهر و اشتراطها
بالطهارة مجملاً و وجوب الغسل
من الجنابة و الحيض بل النفاس
على الاظهر بل كون الغائط و
البول و الريح ناقضاً للوضوء على
احتمال و كذا وجوب غسل
الاموات و الصلوة عليهم و دفنهم
و وجوب الزكوة و صوم شهر
رمضان و كون الاكل و الشرب
المعتادين و الجماع في قبل
المرأة ناقضاً له و وجوب الحج و
اشتماله على الطواف بل السعي
بين الصفاء و المروة والاحرام و
الوقوف بعرفات و مشعر بل الذبح
و الحلق والرمي في الجملة اعم
من الوجوب و الاستحباب على
احتمال و وجوب الجهاد في
الجملة على الاظهر و رجحان
الجماعة في الصلوة و الصدقة

سکے وجوب اوقات اوران کا رکوع وسجود بلکہ علی الاظہر
ان کا تکبیرۃ الاحرام، قیام اور قراءت پر مشتمل ہونا اور
ان کا اجمالاً مشروط بہ طہارت ہونا (قطع نظر اس
سے کہ اس طہارت کی کیفیت کیا ہے؟) غسل
جنابت وحیض بلکہ علی الاظہر غسل نفاس کا واجب ہونا
بلکہ ایک احتمال کے مطابق پاخانہ، پیشاب اور ریح کا
مبطل وضو ہونا، جیسے غسل میت، نماز جنازہ اور دفن
میت کا وجوب اور زکوۃ و ماہ رمضان کے روزوں کا
واجب ہونا، اور معمول کے مطابق کھانے پینے اور
قانون فطرت کے موافق عورت کے ساتھ مباشرت
کرنے کا مبطل روزہ ہونا، حج کا وجوب، اور اس کا
طواف بلکہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے، احرام
باندھنے، بمقام عرفات، مشعر وقوف کرنے، بلکہ ایک
احتمال کے مطابق حج کا اجمالاً، قربانی کرنے
سر منڈانے اور کنکر مارنے پر مشتمل ہونا عام اس سے
کہ (یہ امور) واجب ہوں یا مستحب۔ اظہر یہ ہے کہ
اجمالاً جہاد کا وجوب بھی ضروریات دین میں داخل
ہے (قطع نظر اس وجوب کے شرائط کے) اسی طرح
جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے اور فقراء و مساکین کو
صدقہ دینے کا راجح و افضل ہونا، علم اور اہل علم کے
فضل وکمال کا اقرار کرنا، نفع دہندہ صداقت کی
فضیلت اور نقصان دہندہ جھوٹ کی رذیلت، زنا و
لواطت اور شراب خوری کی حرمت۔ ہاں البتہ جید کی

على المساكين و فضل العلم و اهله و فضل الصدق النافع و مرجوحية الكذب الغير النافع و حرمة الزنا و اللواط و شرب الخمر دون النبيذ لانه مما لا يجمع عليه المسلمون و اكل لحم الكلب و الخنزير و الدم والميتة و حرمة نكاح الامهات و الاخوات والبنات و بنات الاخ و بنات الاخت و العمات و الخالات بل ام الزوجة و اختها معها على الاظهر و حرمة الربوا في الجملة على احتمال و حرمة الظلم و اكل مال الغير بلا جهة تحلله و حرمة القتل بغير حق بل مرجوحية السب والقذف و رجحان السلام و رده على الاظهر و رجحان برالوالدين و مرجوحية عقوقهما بل رجحان صلة الارحام على احتمال وغير ذالک مما اشتهر بينهم بحيث لا

حرمت ضروریات دین سے نہیں ہے کیونکہ اس کی حرمت پر تمام اہل اسلام کا اجماع واتفاق نہیں ہے بلکہ بعض اسلامی فرقوں کے نزدیک جائز ہے۔) کتے اور خنزیر، خون اور مردار کے گوشت کی حرمت اور درج ذیل عورتوں سے نکاح کا حرام ہونا۔ (۱) مائیں۔ (۲) بہنیں (۳) بیٹیاں۔ (۴) بھتیجیاں۔ (۵) بھانجیاں (۶) پھوپھیاں (۷) خالائیں بلکہ علی الاظہر زوجہ کی ماں (ساس) اور زوجہ کی موجودگی میں اس کی بہن (سالی) سے نکاح کرنا علی احتمال فی الجملہ سود کا حرام ہونا اور بلا جواز شرعی کسی کا مال کھانے اور بلا وجہ شرعی کسی کو قتل کرنے کی حرمت، بلکہ کسی کو گالی دینے، تہمت زنا لگانے کی مرجوحیت اور علی الاظہر سلام کرنے اور سلام کا جواب دینے کا رجحان، اسی طرح والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت اور ان کی نافرمانی کرنے کی رذیلت بلکہ بنا بر احتمال صلہ رحمی کرنے کا رجحان وغیرہا یہ ضروریات الاسلام جو اس طرح تمام اہل اسلام میں مشہور و مسلم ہیں کہ سوائے کسی شاذ و نادر شخص کے وہ کوئی بھی ان میں شک وشبہ اور انکار نہیں کرتا۔ (واللہ الموفق)

ضروریات مذہب کا بیان اور ان کے انکار کے احکام

باقی رہے وہ امور جن کا بطریق مذکور ہم

يشك فيه الآن منذ منهم

أمّا انكار ما علم ضرورة من مذهب الامامية فهو يلحق فاعله بالمخالفين و يخرجه عن التدين بدين الائمة الطاهرين صلوات الله عليهم اجمعين كامامة الائمة الاثنى عشر و فضلهم و علمهم و وجوب طاعتهم و فضل زيارتهم و امّا مودّتهم و تعظيمهم في الجملة

فمن ضروريات دين الاسلام و منكره كافر كالنّواصب و الخوارج و ممّا عدّ من ضروريات دين الاماميّة استحلال المتعة و حجّ التّمتع والبرائة عن

و معاوية و يزيد بن معاوية و كل من حارب امير المؤمنين او غيره من الأئمة و من جميع قتلة الحسين عليه السلام و قول حيّ على خير العمل في الأذان

امامیہ کی ضروریات سے ہونا ثابت ہے، اس کا انکار کرنے والا مذہب اہل بیت سے خارج ہو جاتا ہے (اگرچہ اسلام کے دائرہ میں داخل رہتا ہے) اور مخالفین کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے، جیسے کہ ائمہ اثنا عشری کی امامت حقہ، ان کے علم و فضل اور کمال و جلال، ان کی اطاعت و اتباع کے واجب ہونے اور ان کی زیارت کی فضیلت کا انکار کرنا لیکن جہاں تک ان کی محبت و مودت اور تعظیم و تکریم کا تعلق ہے تو وہ ضروریات دین میں سے ہے اور جو اس کا منکر ہے جیسے ناصبی اور خارجی وہ کافر ہے۔ منجملہ ان امور کے جن کو مذہب شیعہ کی ضروریات میں سے شمار کیا گیا ہے، متعہ[1] اور حج تمتع کو حلال سمجھنا بھی ہے، نیز فلاں فلاں، فلاں اور یزید اور اس کے باپ اور ہر اس شخص سے بیزاری اختیار کرنا ہے جس نے جناب امیر المومنین یا دیگر ائمہ طاہرین میں سے کسی کے ساتھ جنگ و جدال کیا ہے، اسی طرح جناب امام حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے برائت ظاہر کرنا اور اذان میں کلمہ حی علی خیر العمل کہنا بھی ضروریت مذہب میں داخل ہے۔ (الی غیر ذالک من ضروریات المذهب)

[1] اس مسئلہ اور درج ذیل مسائل میں جو حضرات تفصیلی دلائل اور سیر حاصل بحث دیکھنے کے خواہشمند ہوں وہ ہماری کتاب تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

ثم لا بد ان نعتقد فی النبی و الائمة انهم معصومون من اول العمر الی آخره من صغائر الذنوب و کبائرها و کذا جمیع الانبیاء و الملائکة

و انهم اشرف المخلوقات جمیعاً و انهم افضل من جمیع الانبیاء و جمیع الملائکة و انهم یعلمون علم ما کان و علم ما یکون الی یوم القیامة

عصمت نبی و ائمہ کا بیان

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ائمہ ھدیٰ علیہم السلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ وہ اول عمر سے لیکر آخر عمر تک (از فرش مہد سے لحد تک) ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم و مطہر ہیں اور یہی اعتقاد باقی تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین کے متعلق رکھنا بھی ضروری ہے۔

فضائل ائمہ اہل بیت علیہم السلام

یہ بزرگوار مخلوقات خداوندی سے اشرف و اعلیٰ ہیں اور (سوائے خاتم الانبیاءؐ کے باقی) تمام نبیوں و مرسلین اور ملائکہ مقربین سے افضل ہیں اور وہ گزشتہ اور قیامت تک کے آئندہ (حتمی) حوادث اور واقعات سے باخبر ہیں۔

یہ مسئلہ علم امام اسلام کے معرکۃ الآرا مسائل میں سے ہے۔ اس میں کئی قسم کے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ کیا امام کا علم حضوری ہے یا حصولی؟ جزوی ہے یا کلی؟ امام علم غیب جانتے ہیں یا نہ؟ ان تمام امور کی تفصیلات مع دلائل ہم نے "اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ" میں درج کردی ہیں۔ ان تمام تفصیلات و تحقیقات کا جامع خلاصہ یہ ہے کہ ان ذوات مقدسہ کا علم وہبی اور حصولی ہے نہ کہ حضوری ہاں البتہ جہاں تک علم شریعت کا تعلق ہے تو وہ بالفعل جانتے ہیں اور جہاں تک کونیات اور ما کان و ما یکون کا تعلق ہے تو اس کے متعلق ان کا علم ارادی ہے۔ یعنی بعض کو بالفعل جانتے ہیں اور بعض کو بالقوۃ بایں طور کہ جب کسی شے یا کسی جس چیز کے متعلق معلوم کرنا چاہیں تو اسے باعلام اللہ معلوم کر لیتے ہیں چنانچہ استاد المجتہدین آقائے سید ابراہیم اصفہانی اعلی اللہ مقامہ "ضوابط الاصول" جلد اص ۲۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں "اتفق الامامیة علی کون علم الامام ارادیاً لا فعلیاً حضوریاً" یعنی فرقہ امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام کا علم ارادی ہے نہ کہ فعلی و حضوری۔

و ان عندهم آثار الانبياء و کتبهم کالتوراة والانجيل والزبور و صحف آدم و ابراهيم و شيث و عصا موسیٰ و خاتم سليمٰن و قميص ابراهيمؑ و التابوت والالواح وغير ذالک و انه کما کان جهاد من جاهد و قعود من قعد عن الجهاد و سکوت من سکت و نطق من نطق و جميع افعالهم و احوالهم و اقوالهم بامر الله و ان کلما علمه رسول اللهؐ علمهٗ عليا

نیز ان کے پاس سابقہ انبیاء کے آثار و تبرکات اور کتب دینیات موجود ہیں جیسے توریت، انجیل زبور اور آدم و ابراہیم اور شیث کے صحیفے جناب موسیٰ کا عصا، جناب سلیمان کی انگوٹھی جناب ابراہیم کی قمیص، تابوت سکینہ، الواح (موسوی) وغیرہ (الغرض سب انبیائے سلف کے تبرکات ان کے پاس موجود ہیں) اور ان ذوات مقدسہ میں سے کسی مجاہد کا جہاد ہو یا قاعد (خانہ نشین) کا قعود، ناطق (بولنے والے) کا نطق ہو یا ساکت و صامت کا سکوت (غرض کہ) ان کے تمام افعال، احوال اور اقوال حکم خداوندی کے مطابق ہوتے ہیں۔ (بل عباد مکرمون لا يسبقونه بالقول و هم بامره يعملون) جو کچھ جناب رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ) جانتے تھے، آپ نے وہ سب کچھ جناب امیر علیہ السلام کو تعلیم دے دیا

"اصول کافی" میں پورا ایک باب اس عنوان کا موجود ہے ان الامام اذا اراد ان يعلم شيئا اعلمه الله۔ اسی طرح سابق "بحار الانوار" اور "بصائر الدرجات" میں اس قسم کی متعدد احادیث موجود ہیں اور جہاں تک کلی و جزوی کی بحث کا تعلق ہے تو اگر ان کے علم کو ہمارے علم سے نسبت دی جائے تو یقیناً کلی ہے اور اگر سے علم خداوندی کے بالمقابل دیکھا جائے تو جزوی نظر آتا ہے۔ (ولا يحيطون بشئ من علمه الا بما شاء)

بہرحال وہ باعلام خدا بہت سے مغیبات پر مطلع ہیں مگر ان کو "عالم الغیب" نہیں کہا جا سکتا کیونکہ شرعی اصطلاح کے مطابق عالم الغیب کا اطلاق اس ذات واحد و یکتا پر ہوتا ہے جس کا علم کلی و احاطی ہو اور ذاتی ہو اور وہ صرف اور صرف خالق کائنات کی ذات ہے۔

هذا هو الصراط المستقيم فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبيله۔ (منہ عفی عنہ)

و کذا کل لاحق یعلم جمیع علم السابق عند امامته و انهم لا یقولون برای ولا اجتهاد بل یعلمون جمیع الاحکام من اللہ و لا یجهلون شیئاً یسئلون عنہ و یعلمون جمیع اللغات و جمیع اصناف الناس بالایمان و الکفر و یعرض علیہم اعمال ھذہ الأمة کل یوم ابرارھا و فجارھا

ولا تعتقد انھم خلقوا العالم بامر اللہ فانا قد نھینا فی صحاح الاخبار عن القول بہ ولا عبرة بمارواہ البرسی و غیرہ من الاخبار الضعیفة و

اسی طرح بعد میں آنے والا امام جب ظاہری عہدۂ امامت پر فائز ہوتا ہے تو اپنے پیشرو امام کے تمام علم کا عالم ہوتا ہے۔ یہ بزرگوار ذاتی رائے و اجتہاد سے مسائل بیان نہیں کرتے بلکہ منجانب اللہ تمام احکام (مسائل حلال و حرام) کو جانتے ہیں اور ان سے جس چیز کا سوال کیا جائے وہ اس سے ناواقف نہیں ہوتے۔ (الحجة من لا یقول لا ادری) وہ تمام زبانیں جانتے ہیں اور تمام لوگوں کو کفر و ایمان کے ساتھ پہچانتے بھی ہیں اور ہر روز اس اُمت کے نیکوکاروں اور بدکاروں کے (نامہائے) اعمال ان کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔

تفویض کی نفی کا بیان

یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھو کہ ان ذوات عالیہ نے خدا کے حکم سے اس کائنات کو پیدا کیا ہے کیونکہ صحیح السند اخبار و آثار میں ہمیں یہ عقیدہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے شیخ رجب برسی وغیرہ نے اس مسئلہ میں جو بعض ضعیف اخبار نقل کیے ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہیں اور ان کیلئے کسی دوقسیاں عذر نہیں ہے۔

ا؎ اقوام عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح و آشکار ہوتی ہے کہ عامۃ الناس ہمیشہ اپنے پیشواؤں اور رہنماؤں کی محبت میں افراط کا شکار رہے ہیں یعنی محبت کے غلط جوش و جذبہ میں ان کو ان کے حدود سے بڑھاتے رہے ہیں۔ یہی جذبہ تھا جس نے یہودیوں سے جناب عزیر اور عیسائیوں سے جناب عیسیٰ کو "ابن اللہ" کہلوایا اور ان کی دیکھا دیکھی بعض نام نہاد مسلمانوں نے جناب رسول خدا اور علی المرتضیٰ کو خدائی کے درجہ تک پہنچایا اور بعضوں نے گو ان ذوات عالیہ کو خدا تو نہ کہا مگر وہ بھی ان کو خدائی صفات و کمالات کا حامل قرار دیکر غلو و تفویض کے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گئے۔ فضلوا واضلوا کثیرا۔

لا یجوز علیهم السّهو و النسیان و ماورد به من الاخبار محمولة علی التقیة

اس سلسلہ میں جو بعض اخبار وارد ہیں (جن سے ان کا سہو و نسیان ظاہر ہوتا ہے) وہ تقیہ پر محمول ہیں۔ (کیونکہ مخالفین اس کے قائل ہیں)۔

معراج جسمانی کا تذکرہ

و یجب علیک ان تقرّ بالمعراج الجسمانی و انه عرج ببدنه الشریف و تجاوز عن

معراج جسمانی کا عقیدہ رکھنا واجب ہے یعنی یہ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بدن شریف کے ساتھ (عالم مکاں کی آخری حد، قاب قوسین او ادنٰی کی منزل تک) تشریف لے

جس طرح عابد کو معبود، ساجد کو مسجود، مرزوق کو رازق الغرض مخلوق کو خالق قرار دینا اور خدا کا انکار کرنا کھلم کھلا غلو ہے (جو سراسر کفر و الحاد ہے) اسی طرح یہ کہنا کہ خدا نے تو صرف سرکار محمد و آل محمد کو خلق کیا ہے بعد ازاں ان حضرات نے اس کائنات کو خلق کیا ہے اور یہ کہ خدا نے نظام کائنات چلانے کا کام ان ذوات عالیہ کے سپرد کر دیا ہے، اب یہی بزرگوار خلق کرتے، رزق دیتے، مارتے اور جلاتے ہیں یہ کھلم کھلا "تفویض" ہے (جو غلو کا ایک شعبہ و حصہ ہے) یہ عقیدہ باتفاق جمیع اہل حق باطل و عاطل ہے۔ قرآن اور پورا دفتر حدیث اس کے بطلان کے دلائل سے چھلک رہا ہے۔ ائمہ معصومین نے اس فاسد عقیدہ رکھنے والوں کو کافر، مشرک اور ملعون قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا خلق و رزق وغیرہ امور خدا نے آپ کے سپرد فرمائے ہیں؟ آپ جواب میں فرماتے ہیں۔ لا والله ما فوض الله الی احد من خلقه لا الی رسول الله و لا الی الأئمة علیهم السّلام خدا کی قسم خدا نے کسی بھی مخلوق کو یہ امور سپرد نہیں فرمائے، نہ رسولؐ خدا کو اور نہ دوسرے آئمہ صدق کو (کفایۃ الموحدین جلد اص ۲۳۷) حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں و من زعم ان الله عزّ و جلّ فوض امر الخلق و الرزق الی حججه فقد قال بالتفویض و القائل بالجبر کافر و القائل بالتفویض مشرک جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ خدا نے پیدا کرنے اور روزی دینے کا معاملہ اپنی حجتوں (نبی و امام) کے سپرد کر دیا ہے، وہ تفویض کا قائل ہے جو جبر کا قائل ہے وہ کافر ہے اور جو تفویض کا قائل ہے وہ مشرک ہے۔ (عیون الاخبار ص ۳۷۳ مطبوعہ بحار الانوار ص ۳۵۸)

بعض لوگ اپنے اس فاسد عقیدہ کو "باذن اللہ" یا "امر اللہ" کے پیوند کا سہارا دیتے ہیں حالانکہ یہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور سہارا ہے۔ بعض احادیث معتبرہ میں بالتصریح اس بات کی نفی وارد ہوئی ہے۔

السموت و لا تصغ الى شبه الحكماء في نفي الخرق و الالتيام على الافلاك فانها واهية ضعيفة و المعراج من ضروريات الدين و انكاره كفر

گئے اور آسمانوں سے آگے نکل گئے۔ فلسفیوں کے شبہات پر کان نہ دھرو جو وہ افلاک میں خرق والتیام کی نفی پر پیش کیا کرتے ہیں کیونکہ وہ بالکل ہی بودے اور کمزور ہیں۔ عقیدۂ معراج ضروریات دین میں سے ہے اس لیے اس کا انکار کفر ہے۔

و ان تكون في مقام التسليم في

تسلیم و رضا کا بیان

یہ بھی ضروری ہے کہ تمہارے دینی پیشواؤں

چنانچہ رسالہ تصحیح الاعتقاد طبع حیدرآباد دکن ص ۳۱ پر بحوالہ "بحار الانوار" اور "حدیقہ سلطانیہ" جلد ۳ ص ۸۷ طبع لکھنؤ پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث شریف موجود ہے فرمایا من قال نحن الخالقون بامر الله فقد كفر۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ہم خدا کے حکم سے پیدا کرتے ہیں وہ کافر ہے۔ انہیں حقائق کی بناء پر سرکار علامہ نے یہ فرمایا ہے کہ یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھو کہ ان بزرگوں نے اللہ کے اذن و امر کے ساتھ اس عالم کو پیدا کیا ہے کیونکہ صحیح السند روایات میں یہ عقیدہ رکھنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے اور جو بعض آثار ان حقائق کے خلاف نظر آتے ہیں تو سمجھو کہ وہ غلات و مفوضہ کی پیداوار ہیں جیسے خطبۃ البیان وامثالہا کے متعلق خود صاحب بحار الاخبار آئمہ اطہار سرکار علامہ مجلسی نے فرمایا ہے ملاحظہ ہو مقدمہ "بحار الانوار" ص ۲۷، ۳۲ اور یہاں بھی شیخ رجب برسی جیسے صاحب الجلیل قسم کے مؤلفین کی روایات پر تبصرہ فرمایا ہے کہ وہ قابل اعتبار نہیں اور بحار الانوار کے مقدمہ میں شیخ رجب موصوف کی "انوار الیقین" پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے کہ وہ افراط و غلو پر مشتمل ہے ولا يعجبني مثل هذه۔ ہر قسم کی افراط و تفریط سے محفوظ درست عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کا مرکز خدا اور تمام کی ذات کو سمجھا جائے اور وہاں تک رسائی کا ذریعہ و وسیلہ اور اس کی بارگاہ عالی میں شفیع سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کو سمجھا جائے۔ (یا ایها الذین امنوا اتقوا الله و ابتغوا الیه الوسیلة)۔ (منہ عفی عنہ)

ان شبہات کی بنیاد قدیم بطلیموسی پر قائم ہے اور فلکیات سے متعلق تمام قدیم نظریات کی دھجیاں فضائے بسیط میں بکھر چکی ہیں۔ لہذا سائنس کی موجودہ ترقی کے دور میں جبکہ لوگ چاند پر اپنی ہمت کا پرچم لہرانے کے بعد آج زہرہ و مریخ پر جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں، پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے معراج جسمانی کی صحت و صداقت کا عینی ثبوت نہیں رہی بلکہ یہ چاند تک گئے ہیں۔ (منہ عفی عنہ)

كل ما وصل اليك من مواليك فان ادركه فهمك و وصل اليه عقلك تؤمن به تفصيلاً و الافتؤمن به اجمالاً و تردّ علمه اليهم و اياك ان تردّ شيئاً من اخبارهم لضعف عقلك لعلّه يكون منهم و رددته بسوء فهمك فكذبت الله فوق عرشه كما قال الصادق عليه السّلام و اعلم ان علومهم عجيبة و اطوار هم غريبة لا يصل اليها عقولنا و لا يجوزلنا ردّ ما وصل الينا من ذالك

اور حقیقی رہنماؤں کی طرف سے جو کچھ تم تک پہنچے تم مقام تسلیم میں رہو اور اس کی اصل حقیقت تک تمہاری عقل وفہم کی رسائی ہو جائے تو اس پر تفصیلی ایمان لاؤ ورنہ اجمالی ایمان پر اکتفا کرتے ہوئے اس کا حقیقی علم ومفہوم انہیں ذوات مقدسہ کے سپرد کرو۔ خبردار! کہیں اپنی کمزوری عقل کی وجہ سے ان کے اخبار و آثار کو رد نہ کرنا، شاید (فی الواقع) وہ انہیں کا ارشاد ہو جسے تم اپنی کج فہمی سے ٹھکرادو اور اس طرح عرش علا پر تکذیب خدا کے جرم کے مرتکب قرار پاؤ جیسا کہ حضرت صادق آل محمدؑ نے فرمایا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ ان حضرات کے علوم بڑے عجیب اور اطوار بڑے غریب ہیں جن (کی تہہ) تک ہمارے عقول وفہم کی رسائی نہیں ہو سکتی اس لیے اس سلسلہ میں جو کچھ ہم تک پہنچے اس کا رد کرنا جائز نہیں ہے۔

حضور معصومینؑ عند المحتضرین کا بیان

ثم اعلم انه يجب الاقرار حضور النبيّ و الأئمة الاثناء عشر عليهم السّلام عند موت الابرار و الفجّار و المؤمنين والكفّار فينفعون المؤمنين بشفاعتهم فى تسهيل غمرات الموت و سكراته عليهم و

یہ اقرار کرنا بھی واجب ہے کہ ہر مرنے والے کے پاس خواہ وہ نیکوکار ہو یا بدکار، مؤمن ہو یا کافر نابکار، جناب رسولؐ خدا اور آئمہ ہدیٰ حاضر ہوتے ہیں (یعنی مرنے والا ان کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے) اور شفاعت کرکے اہل ایمان پر سکرات موت اور اس کے شدائد کو آسان کر کے ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور منافقین ودشمنان اہل بیت کے

يشددون على المنافقين و مبغضي اهل البيت عليهم السلام و ورد في الاخبار ان الماء الذي يسيل من اعين المؤمنين عند الموت و هو من شدة فرحهم سرورهم برؤية النبي و الأئمة و يجب الاقرار بذالك مجملاً لا يلزم التفكر في كيفية ذالك انهم في الاجساد الاصلية المثالية او بغير ذالك ولا يجوز التأويل بالعلم و انتقاش الصور في القوى الخيالية فانه تحريف لما ثبت في الدين و تضييع لعقائد المؤمنين

شدائد و مصائب میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔ بعض اخبار میں وارد ہے کہ موت کے وقت اہل ایمان کی آنکھوں سے جو پانی بہتا ہے وہ جناب رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ کی زیارت سے حاصل ہونے والی روحانی مسرت و شادمانی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس بات کا اجمالی اقرار کرنا واجب ہے اور اس (حاضر ہونے) کی کیفیت میں غور و فکر کرنا لازم نہیں ہے کہ آیا وہ بزرگوار اپنے اصلی اجساد و ابدان کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں یا اجساد مثالیہ کے ساتھ یا کسی اور طریقہ سے اس حقیقت کی اس طرح تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کو (مرنے والے کا) علم ہوتا ہے یا مرنے والوں کی قوت خیالیہ میں ان کی مقدس صورتوں کا عکس پڑتا ہے کیونکہ ایسا کرنا ایک ثابت شدہ دینی حقیقت کی تحریف ہے اور اہل ایمان کے عقائد کو پامال کرنے کے مترادف ہے۔[1]

---

[1] چونکہ ایک جسم کا (خواہ وہ لطیف ہو یا کثیف) ایک آن میں یک سے زائد مقام پر حاضر ہونا ان محالات عقلیہ اور ناممکنات قطعیہ میں سے ہے جن سے قادر کی قدرت کا تعلق ہی نہیں ہو سکتا اور کوئی معجزہ طاقت بھی ان کو ممکن بنا کر وجود میں نہیں لا سکتی۔ بہر حال یہ بھی شیعیان علی کا مشہور و مسلم عقیدہ ہے کہ ہر مرنے والا خواہ مومن ہو یا منافق، مسلم ہو یا کافر، نیکوکار ہو یا بدکار مرتے وقت ائمہ اطہار کی زیارت سے مشرف ضرور ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک آن میں ہزاروں لوگ مرتے ہیں تو اگر وہ ہر مرنے والے کے پاس جسم اصلی تشریف لے جائیں تو پھر یہ شرعی عقیدہ اس محال عقلی والے مسئلہ سے متصادم ہو جائے گا اور علم کلام کا یہ مسلم الثبوت قاعدہ و قانون ہے کہ اگر کسی کوئی شرعی مسئلہ کسی مسلمہ عقلی قاعدہ سے متصادم ہو تو بنا بر تسلیم

و يجب الايمان بان الروح باق بعد مفارقة الجسد و يتعلق بجسد مثل هذا الجسد و هو مع جنازته و يطلع على مشيعيه فان كان مؤمناً يناشدهم في التعجيل ليصل الى ما

جسم سے جدائی کے بعد بقاءِ روح کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ روح جسم سے مفارقت و جدائی کے بعد باقی رہتی ہے، (فنا نہیں ہوجاتی) اور اس مادّی جسم جیسے جسم مثالی کے ساتھ اس کا تعلق قائم ہوجاتا ہے (جس میں گوشت پوست نہیں ہوتا) اور وہ برابر جنازہ کے ساتھ ساتھ رہتی ہے اور اپنے مشایعت کرنے والوں سے آگاہ رہتی ہے۔ پس اگر وہ مرنے والا مؤمن ہے

بحث اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا لازم ہے جس سے وہ ظاہری تصادم ختم ہوجائے۔ (قرآنی متشابہات میں بھی یہی قانون جاری و ساری ہے) یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر بعض علماء اعلام نے اس ظاہری تصادم کو ختم کرنے کے لیے مختلف قسم کی تاویلیں بیان فرمائی ہیں

(۱) حضرت شیخ مفید اور حضرت سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے تو یہ تاویل بیان کی ہے کہ مرنے والا مرتے وقت محبت یا عداوت اہل بیت کا ثمرہ و نتیجہ دیکھتا ہے۔ (اوائل المقالات شیخ مفیدؒ و رسائل سید)

(۲) بعض علماء اعلام جن میں خود سرکار مجلسی علیہ الرحمۃ بھی شامل ہیں۔ یہ تاویل فرماتے ہیں کہ یہ بزرگوار مرنے والے کے پاس جسم مثالی کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ (بحار الانوار جلد ۳ ص ۱۷۲ مصابیح الانوار جلد ۲ ص ۱۷۳)

(۳) یہ بزرگوار آفتاب عالمتاب کی مانند اپنے مراکز و مستقر پر تشریف فرما ہوتے ہیں مگر مرنے والے کی بینائی اس قدر تیز ہوجاتی ہے کہ وہ ان کو وہاں دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ گویا میرے پاس تشریف فرما ہیں، یہ تاویل بھی خود سرکار مجلسی نے بحار الانوار میں بعض معتبر ذکر فرمائی ہے۔

(۴) خداوند عالم مرنے والے کے سامنے ان ذوات مقدسہ کی تمثال مبارک پیش کر دیتا ہے، اس تاویل کو محدث جلیل سید نعمت اللہ جزائری نے انوار النعمانیہ ص ۲۵۰ پر اختیار فرمایا ہے۔

(۵) محتاط علمائے کرام ہمیشہ ایسے غامض اور متشابہ مقامات پر یہ روش اختیار فرماتے ہیں کہ نہ تو محض عقلی استبعاد کی بناء پر ایسے حقائق ثابتہ کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی ظاہری معنوں کا اقرار کرتے ہیں بلکہ ایسے حقائق پر اجمالی ایمان رکھتے ہیں اور تفصیلی حقائق انہی کے حوالے کرتے ہیں جن کے گھر سے نکلے ہیں،

اعد الله له من الدرجات الرفيعة والنعم العظيمة و ان كان منافقاً يناشدهم في عدم التعجيل حذراً مما اعد الله له من العقوبات و هو مع غاسله و مقلبه و مشيعه حتى اذا دفن في قبره و رجع مشيعوه و ينقل الروح الى جسده الاصلي

تو مشایعت کرنے والوں سے جلدی لے جانے کی التجا کرتی ہے تاکہ ان بلند درجات و عظیم نعمتوں تک پہنچ سکے جو خدا نے اس کے لیے مہیا کر رکھی ہیں اور اگر مومن نہیں ہے تو ان کو خدا کے واسطے دیتی ہے کہ اس کو قبر میں لے جانے میں جلدی نہ کریں کیونکہ خدا نے اس کے لیے جو کچھ عذاب و عقاب مہیا کر رکھا ہے وہ اس سے خوف زدہ ہوتی ہے۔ اسی طرح وہ برابر غسل دینے والے، اسے الٹنے پلٹنے والے اور مشایعت کرنے والے کے ہمراہ رہتی ہے۔ یہاں تک کہ جب میت کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے اور مشایعت کرنے والے واپس لوٹ جاتے ہیں تب اسے اصلی جسم میں داخل کیا جاتا ہے۔

چنانچہ غواص بحار الانوار حضرت علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار کے ۱۲ پندرہ ورق، تمام تاویلات کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں والاحوط والاولى في امثال تلك المتشابهات الايمان بها و عدم التعرض لخصوصياتها و تفاصيلها و احالة علمها الى الامام عليه السلام كما ورد في الاخبار التي اوردناها في باب التسليم والله يهدي من يشاء الى صراط مستقيم۔ یعنی احوط و اولیٰ یہ ہے کہ اس قسم کے متشابہات پر (اجمالی) ایمان ضرور رکھا جائے مگر ان کی تفصیلات کے متعلق بحث نہ کی جائے بلکہ انہیں امام عالی مقام کی طرف حوالہ کیا جائے۔ ایسے ہی علامہ سید عبداللہ شبر نے اپنی کتاب "مصابیح الانوار" جلد ۲ ص ۲۰۳ طبع "نجف" پر افادہ فرمایا ہے۔

والأحوط و الأولى الايمان بذلك اجمالاً و ايكال العلم التفصيلي الى الله و رسوله و خلفائه والله العالم بالحقيقة

مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہے۔ ہمارا ذاتی رجحان بھی اسی طرف ہے اور ایسے مقامات پر ہمارا ہمیشہ یہی موقف رہا ہے اور رہے گا۔ انشاءاللہ العزیز۔ بہرحال اس تحقیق سے تا قیامت واضح و عیاں ہو گیا کہ اس موضوع کا نبی و امام کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے والے غلط عقیدہ کے ساتھ کوئی ربط و تعلق نہیں ہے اور اس حضور و تمثل والے عقیدہ سے ان کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا نہیں دیا جا سکتا ہے فتدبر۔ (منہ عفی عنہ)

فیجئه الملكان منكر و نكير في صورة مهيبة ان كان معذبا و مبشر و بشير في صورة حسنة ان كان من الابرار فيسألان عنه عن عقائده التي يعتقد من الائمة و احدا بعد واحد فان لم يجب عن واحد منهم يضربانه بعمود من نار يمتلئ قبره نارا الى يوم القيامة و ان اجاب يبشرانه بكرامة الله و يقولان له نم نومة العروس قرير العين

و اياك ان تأول هذين الملكين وسؤالهما فانه من ضروريات الدين و اياك ان تصغ الى تأويلات الملاحدة في جميع الملائكة بالعقول و النفوس الفلكية فانه قد

قبر میں نکیرین کی آمد

اس وقت اگر مرنے والا بدکار اور عذاب کا سزاوار ہو تو اس کے پاس منکر و نکیر ہیبت ناک شکل و صورت میں اور نیکوکاروں میں سے ہو تو اس کے پاس مبشر و بشیر خوش آئند شکل و صورت میں آتے ہیں اور آکر اس سے اس کے تمام عقیدے کے بارے میں (بالعموم) اور اماموں کے متعلق (بالخصوص) نام بنام سوال کرتے ہیں۔ پس اگر کسی ایک امام کے متعلق بھی وہ صحیح جواب نہ دے تو اس کو ایک ایسا گرز مارتے ہیں کہ اس کی قبر قیامت تک آگ سے بھر جاتی ہے اور اگر صحیح جواب دے تو خدا کی عنایت و کرامت کی خوش خبری سناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طرح آرام و سکون کے ساتھ ٹھنڈی آنکھ ہو کر سو جا جس طرح عروس حجلہ عروسی میں سوتی ہے۔

ملائکہ کا مقدس تذکرہ

خبردار! ان دو فرشتوں اور ان کے سوال و جواب کی کوئی تاویل نہ کرنا کیونکہ یہ عقیدہ (اپنی مذکورہ بالا ظاہری کیفیت کے ساتھ) ضروریاتِ دین میں سے ہے۔ ملائکہ کے متعلق ملحدین نے جو تاویلات و توجیہات بیان کی ہیں کہ ان سے مراد عقول اور نفوس فلکیہ ہیں ان کی طرف کان نہ دھرو کیونکہ آیات متکاثرہ اور روایاتِ متواترہ سے یہ

تظافرت الآيات و تواترت الاخبار بكونهم اجساماً لطيفة يقدرون على التشكل باشكال مختلفة و يراهم رسول الله و الائمة و انهم اولوا اجنحة مثنى و ثلاث و ربع و انهم اكثر خلق الله و اعظمهم و قد وردت الاخبار الكثيرة من كل واحد من الائمة في كيفياتهم و عظمهم و غريب خلقهم و شئونهم و اشغالهم و اطوارهم

و يجب ان نعتقد ان السموات غير متطابقة بل من كل سماء الى سماء خمس مائة سنة و ما بينهما مملوة من الملائكة فقد ورد في الاحاديث انه ما من موضع قدم في

حقیقت ثابت ہے کہ فرشتے جسم لطیف رکھتے ہیں اور مختلف شکلیں و صورتیں اختیار کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ جن کو جناب رسولؐ خدا اور ائمہ ھدیٰ دیکھتے ہیں۔ وہ پر بھی رکھتے ہیں۔ بعض کے دو دو بعض کے تین تین اور بعض کے چار چار ہوتے ہیں وہ (از روئے تعداد) سب مخلوق خدا سے زیادہ اور (از روئے جسامت) سب سے بڑے ہیں۔ ان کی کیفیت اور بڑائی، عجیب و غریب خلقت، ان کے اشغال و عادات اور اخلاق و اطوار کے بارے میں ائمہ اطہار سے بہت سے خبر وارد ہوئے ہیں۔[1]

فلکیات کے متعلق اسلامی نظریہ

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ آسمان تہ بہ تہ نہیں بلکہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک پانچ سو سال کی مسافت ہے اور ان کا درمیانی حصہ فرشتوں سے پُر ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ آسمانوں میں قدم رکھنے کی بھی کوئی ایسی جگہ نہیں جس میں خدا کی تسبیح و تقدیس کرنے والا کوئی فرشتہ موجود نہ ہو۔[2]

---

[1] اس سے زیادہ اس عنوان کی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں۔ (منہ عفی عنہ)

[2] آسمانوں کی حقیقت ان کی زمین سے دوری اور ان کی باہمی مسافت اور دیگر تمام متعلقہ موضوعات کی تفصیلات معلوم کرنے کے لیے کتاب "اسرار النجوم" اردو ترجمہ "الھیئۃ والاسلام" کا مطالعہ بہت سود مند اور مفید ہے لہٰذا اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات ضرور اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (منہ عفی عنہ)

السموٰت الا و فیها ملک یسبح الله و یقدسه

و یجب ان نعتقد عصمة الملائکة و لا نصغی الی ما اشتهر بین عوام الناس و فی التواریخ و التفاسیر و هم اخذوا من تاریخ الیهود من قصة هاروت و ماروت و تخطیة الانبیاء قد ورد فی اخبارنا الرّد علیها و تفسیر الایات الواردة فیها علی وجه لا یقتضی تسفیهم و خطاهم و لا یسع بهذه الرسالة ذکر تفاصیلها.

ثم اعلم انه یلزمک الایمان و الاذعان بضغطة القبر فی الجملة اما انها عامة لجمیع الناس او مخصوصة بغیر کمّل المؤمنین یظهر من کثیر من الاخبار الثانی و لا

عصمتِ ملائکہ کا بیان

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ ملائکہ ہر قسم کے گناہ و خطا سے پاک اور معصوم ہیں اور ہاروت و ماروت اور بعض انبیاء کی خطاؤں کے متعلق جو قصے کہانیاں عوام اور بعض اسلامی تواریخ و سِیَر میں مشہور و مرقوم ہیں وہ نا قابلِ توجہ ہیں کیوں کہ ان لوگوں نے یہ قصے یہودیوں کی تاریخوں سے اخذ کیے ہیں۔ ہمارے اخبار میں ان کی رد کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں واردشدہ آیات (متشابہات) کی ایسی تفسیر بیان کی گئی ہے جس سے ان کا فسق و فجور اور ان کی خطا و لغزش لازم نہیں آتی۔ اس مختصر رسالہ میں ان تفصیلات کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔[1]

فشارِ قبر کا بیان:

جاننا چاہیے کہ فشارِ قبر پر اجمالی ایمان رکھنا ضروری ہے۔ باقی رہی اس کی تفصیلات کہ آیا یہ فشار سب لوگوں کو ہوگا یا کامل الایمان لوگوں کے علاوہ صرف دوسروں کو ہوگا بہت سے اخبار سے یہی دوسری شق ظاہر ہوتی ہے نیز یہ یقین رکھنا بھی ضروری ہے کہ یہ فشار روح کو اصلی جسم کے ساتھ

---

[1] اس سلسلہ میں رسالہ "تحفۃ الاتقیاء" اردو ترجمہ "تنزیہ الانبیاء" کا مطالعہ بہت مفید ہے اور مزید تفصیلات جاننے کے خواہشمند حضرات ہماری تفسیر فیضان الرحمان فی تفسیر القرآن کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

بنفس الادعاء يكون الضغطة في الجسد الاصلي لا المثالي

و بان بعد السؤال و ضغطة القبر ينتقلون الى اجسادهم المثالية فقد يكونون على قبورهم و يطلعون على زوارهم و يأنسون بهم و ينتفعون بزيارتهم ان كانوا مؤمنين و قد ينتقلون الى وادي السلام و هو النجف على مشرفها آلاف تحية و سلام و قد ينتقلون الى جنة الدنيا فيتنعمون بنعمها و يأكلون من فواكهها و يشربون من انهارها كما قال الله تعالى ولا تحسبن الذين قتلوا في سبيل الله امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون فرحين بما آتاهم الله من فضله و ان كانوا كافرين معاندين يذهب بهم الى النار فيعذبون الى يوم القيامة و ان كانوا مستضعفين فظاهر بعض الاخبار انهم

ہوتا ہے نہ کہ جسم مثالی کے ساتھ۔

عالم برزخ کی کیفیت کا بیان

(نکیرین کے) سوال و جواب کے بعد روحیں مثالی جسموں میں منتقل ہو جاتی ہیں اس کے بعد اگر وہ مومن تھے تو ان میں سے (بعض کی روحیں تو) اپنی قبروں کے اوپر رہتی ہیں جو اپنی زیارت کرنے والوں پر مطلع ہوتی ہیں ان سے مانوس ہوتی ہیں اور ان کی زیارت سے تمتع اندوز اور بہرہ مند ہوتی ہیں اور (بعض) نجف اشرف (اس کو مشرف کرنے والے پر ہزاروں درود و سلام) کی وادی السلام کی طرف منتقل ہو جاتی ہیں اور بعض دنیاوی جنت میں داخل ہو جاتی ہیں اس کے پھل میوے کھاتی ہیں اس کی نہروں سے پانی پیتی ہیں الغرض اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہیں جیسے کہ خدا فرماتا ہے جو لوگ خدا کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق پاتے ہیں، خدا نے اپنے فضل و کرم سے انہیں جو کچھ عطا فرمایا ہے وہ اس سے خوش و خرم ہیں اور اگر وہ کافر و معاند تھے تو ان (کی روحوں) کو آتش جہنم کی طرف لے جایا جاتا ہے جہاں ان کو قیامت تک عذاب ہوتا رہے گا، اور اگر وہ (مرنے والے) مستضعف (ضعیف العقل) ہوں گے تو بعض اخبار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو قیامت تک مہلت دی

يمهلون الى يوم القيامة لا يتنعمون ولا يعذبون.

جائے گی اور ان کو (اس عالم برزخ میں) نہ جزا ملے گی اور نہ سزا۔

دنیوی جنت و نار کا بیان

و يجب ان نعتقد ان لله في الدنيا جنة و نارا سوى جنة الخلد بل ورد في الخبر عن الرضا عليه السلام ان جنة آدم كانت ايضا جنة الدنيا لا جنة الخلد

یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ جنت الخلد کے علاوہ خدائے قدیر نے دنیا کے اندر بھی ایک جنت و نار خلق فرمائی ہے بلکہ امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت میں مروی ہے کہ جناب آدم کی جنت (جس سے ان کو نکالا گیا تھا) دنیا کے باغوں میں سے ایک باغ تھا وہ جنت الخلد نہ تھی (ورنہ اس سے کبھی باہر نہ آتے)۔

جنت و جہنم کا بیان

و يجب الاذعان بالجنة و النار على حسب ما ورد عن صاحب الشرع و تاويلهما بالمعلومات الحقة و الباطلة و الاخلاق الحسنة و الردية كفر و الحاد بل يجب الاذعان بكونهما مخلوقين بالفعل لا انهما سيخلقان بعد ذلك و قد ورد عن الرضا ان من انكر ذلك فهو

جنت اور جہنم کے وجود پر اس طرح ایمان لانا واجب ہے جس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہے (کہ جنت میں ظاہری حظوظ و لذائذ اور جہنم میں حسی تکالیف و شدائد ہوں گے) لہذا جنت کی معلومات حقہ اور جہنم کی معلومات باطلہ یا جنت کی اخلاق حسنہ اور جہنم کی اخلاق رذیلہ سے تاویل کرنا سراسر کفر و الحاد ہے بلکہ یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ اس وقت پیدا ہو چکی ہیں اور موجود ہیں نہ یہ کہ بعد میں پیدا کی جائیں گی۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا کہ جو شخص جنت و جہنم کے پیدا شدہ ہونے کا انکار کرے وہ آیات قرآنیہ اور معراج نبوی کا منکر ہے (کیونکہ پیغمبر

منكر للآيات و لمعراج النبي و هو كافر

و يجب ان تؤمن بالرجعة فانها من خصائص الشيعة و اشتهر ثبوتها عن الائمة بين الخاصة و العامة و قد روى عنهم ليس منا من لم يؤمن بكرّتنا والذي يظهر من الاخبار هو ان يحشر الله تعالى في زمن القائم عليه السلام او قبله جماعة من المؤمنين لتقرّ اعينهم برؤية ائمتهم و دولتهم و جماعة من الكافرين و المخالفين للانتقام عاجلاً في الدنيا و اما المستضعفون من الفريقين فلا يرجعون الى يوم القيمة الكبرى و اما رجوع الائمة فقد دلّت الاخبار الكثيرة على رجعة امير المؤمنين و كثير منها على رجعة الحسين و دل بعض الاخبار على رجوع النبيّ و

اسلام نے شب معراج جنت و نار کو بچشم خود دیکھا تھا) اور ایسا شخص کافر ہے۔

عقیدۂ رجعت کا بیان

رجعت پر ایمان رکھنا واجب ہے کیونکہ یہ عقائد شیعہ مذہب کی خصوصیات میں سے ہے اور سنی و شیعہ میں ائمہ اہل بیت سے اس کا ثابت ہونا مشہور و مسلّم ہے۔ ان ذوات مقدسہ سے مروی ہے کہ جو شخص ہماری رجعت پر ایمان نہیں رکھتا وہ ہم سے نہیں ہے (یعنی ہمارے مذہب سے خارج ہے) جو کچھ اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ خداوند عالم جناب قائم آل محمدؑ کے زمانہ ظہور کے وقت یا اس سے کچھ پہلے کامل الایمان لوگوں کی ایک جماعت کو دنیا میں لوٹائے گا۔ تاکہ ائمہ اطہارؑ کی زیارت کرکے اور ان کی حکومت و سلطنت دیکھ کے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور کفار و مخالفین کی ایک جماعت کو بھی دنیا میں لایا جائے گا تاکہ آخرت سے پہلے ان سے دنیا میں انتقام لیا جا سکے مگر دونوں فریق کے جو مستضعف لوگ ہیں وہ قیامت سے پہلے محشور نہیں ہونگے۔

اور جہاں تک ائمہ اطہارؑ کے رجوع کا تعلق ہے تو بہت سے اخبار جناب امیر اور جناب امام حسین علیہما السلام کے رجوع کرنے پر دلالت کرتے ہیں اور بعض اخبار و آثار جناب رسول خداؐ اور

سائر الائمة و اما كون رجوعهم في زمان القائم او بعده او قبله فالاخبار فيه مختلفة فيجب ان تقر برجعة بعض الناس و الائمة عليهم السلام مجملاً و ترد علم ما ورد من تفاصيل ذالك اليهم و قد وردت الاخبار الواردة فيها في كتاب "بحار الانوار" و كتبت رسالة مفردة ايضاً في ذالك.

دوسرے ائمہ ہدیٰ کے رجوع کرنے پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ ان ذوات کا رجوع فرمانا جناب قائم آل محمدؐ کے زمانہ میں ہوگا یا ان کے بعد یا ان سے کچھ پہلے؟ اس سلسلہ میں اخبار میں اختلاف ہے لہٰذا واجب یہ ہے کہ بعض لوگوں اور بعض ائمہ علیہم السلام کے رجوع کرنے پر اجمالی ایمان رکھا جائے اور تفصیلات کا علم انہی ذوات عالیہ کے سپرد کیا جائے۔ اس سلسلہ میں جو اخبار وارد ہیں وہ میں نے "بحار الانوار" (جلد ۱۳ طبع قدیم) میں درج کر دیے ہیں اور اس موضوع پر میں نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔[1]

قیامت کبریٰ کا بیان

ويجب ان تعتقد ان الله يحشر الناس في القيامة و يرد ارواحهم الى الاجساد الاصلية وانكار ذالك و تاويله بما يوجب انكار ظاهره كما يسمع عن بعض الملاحدة كفر و الحاد اجماعاً و اكثر القرآن

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ خداوند عالم بروز قیامت تمام لوگوں کو محشور فرمائے گا اور ان کی روحوں کو ان کے اصلی بدنوں میں داخل فرمائے گا۔ اس حقیقت کا انکار کرنا یا اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا جو اس کے اس ظاہری مفہوم کے انکار کا باعث ہو جیسا کہ بعض ملحدین سے سنا جاتا ہے، بالاتفاق کفر والحاد ہے، قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ قیامت کے ثابت کرنے اور اس کا انکار کرنے والوں کے کفر کا بیان

[1] ہم نے بھی بقدر ضرورت رجعت کے موضوع پر احسن الفوائد فی شرح العقائد میں سیر حاصل تبصرہ کر دیا ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔ (منہ عفی عنہ)

وارد في اثبات ذلك و تكفير من انكره ولا تلتفت الى شبه الحكماء في ذلك من نفي اعادة المعدوم و تأويل الآيات والاخبار بالمعاد الروحاني

و يجب ان تعتقد بحقيّة الحساب و تطاير الكتب يميناً و شمالاً و ان الله تعالى

وكّل بكل انسان ملكين احدهما عن يمين الانسان و الآخر عن شماله و يكتب صاحب اليمين الحسنات و صاحب الشمال

کرنے کے متعلق وارد ہے۔ حکماء وفلاسفہ اس مسئلہ میں جو شکوک وشبہات پیش کیا کرتے ہیں کہ معدوم کا اعادہ محال ہے یا اس مسئلہ کی آیات وروایات کی صرف معاد روحانی کے ساتھ تاویل کرتے ہیں تم ان کی طرف کوئی توجہ اور التفات نہ کرو۔[1]

حساب وکتاب کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ بروز قیامت حساب کتاب کا ہونا اور نامہ ہائے اعمال کا دائیں بائیں ہاتھ میں دیا جانا برحق ہے (یعنی نیکوکاروں کے نامہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں اور بدکاروں کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں۔)

کراماً کاتبین کا بیان:

خداوند عالم نے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے مؤکل فرمائے ہیں ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف۔ دائیں طرف والا فرشتہ انسان کی نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں جانب والا برائیاں، دن کے فرشتے الگ ہیں اور رات کے الگ، دن والے

[1] ہم نے "احسن الفوائد فی شرح العقائد" میں ان تمام شکوک وشبہات کے مدلل ومکمل جوابات علوم قدیمہ وجدیدہ کی روشنی میں پیش کر دیئے ہیں۔ ان کی مفصل بحث دیکھنے کے خواہشمند حضرات اس کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ نیز قیامت کبریٰ اور اس کے بعد اس باب کے اختتام تک جو حقائق سرکار علامہ مجلسی نے مجملاً بیان فرمائے ہیں ان کی تفصیلات احسن الفوائد میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ (منہ عفی عنہ)

السیئات ففی الیوم ملکان یکتبان عمل الیوم فاذا انتهی الیوم یصعد ان بعمله و یجئ ملکان یکتبان عمل اللیلة و ایاک ان تاولهما بما یسمع فی زماننا فانه کفر

و یجب ان تؤمن بشفاعة النبی و الائمة و ان الله لا یخلف وعده بالثواب و یمکن ان یخلف الوعید بان یعفو عن عصاه من المؤمنین من توبة و انه یقبل التوبة مقتضی وعده وبان الکفار والمعاندین من اهل الخلاف مخلدون فی النار و ان المستضعفین من اهل الخلاف مرجون بامر الله یحتمل نجاتهم بفضل الله والمستضعفون هم

فرشتے دن بھر کے اعمال لکھتے ہیں اور جب دن ختم ہو جاتا ہے تو وہ چلے جاتے ہیں، اور رات والے آجاتے ہیں جو رات کے اعمال لکھتے ہیں، خبردار ان کی کوئی تاویل نہ کرنا جیسے کہ آج کل سننے میں آتا ہے کیوں کہ ایسا کرنا صریح کفر ہے۔

شفاعت نبیؐ و امام کا بیان

جناب رسولؐ خدا اور ائمہ برحق کی شفاعت و سفارش پر ایمان رکھنا واجب ہے اور یہ کہ خدا کسی اچھے کام پر انعام و اکرام کا وعدہ کر کے وعدہ خلافی نہیں کرتا، ہاں البتہ اگر کسی برے کام کرنے پر سزا کی دھمکی دے کر توبہ (یا شفاعت وغیرہ) سے وہ سزا موقوف کر دے اور (گنہگار) اہل ایمان کو معافی دے دے تو یہ ممکن ہے کیونکہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق توبہ کو قبول کرتا ہے (اور یہ اس کا فضل ہے) باقی رہے کفار و مشرکین اور اہل خلاف میں سے معاندین تو وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ہاں البتہ اہل خلاف میں سے جو لوگ مستضعفین ہیں ان کی نجات کا احتمال و امکان ہے۔ مستضعفین سے کمزور عقل والے اور وہ لوگ مراد ہیں جن کی عقلیں بچوں اور عام عورتوں جیسی ہوتی ہیں اور وہ لوگ جن پر (کسی نبیؐ و امام یا کسی اور ہادی و رہنما کے ذریعے سے) کما حقہ حجت تمام نہیں ہوئی (یعنی

ضعفاء العقول الصبيان و النساء والذين لم يتم عليهم الحجة كما هي و ان المؤمنين يدخلون الجنة و يخلدون في الجنة اما بلا عذاب او بعد عذاب في عالم البرزخ او في النار و اعلم ان الشفاعة مختصة بالمؤمنين لا تتعداهم.

و اعلم ان الحبط و التكفير ثابتان عندي ببعض معانيهما و الاخبار الدالة عليهما لا تحصى و لا تتناهى و الدلائل الموردة على نفيهما ضعيفة كما لا يخفى على المتدبر فيها

ان تک آوازِ حق نہیں پہنچی) باقی رہے مومنین کرام تو وہ جنت الفردوس میں داخل ضرور ہونگے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں (خوش و خرم) رہیں گے ہاں یہ الگ بات ہے کہ وہ یا تو بلا عذاب داخل جنت ہوں گے (اللھم اجعلنا منھم) یا عالم برزخ یا جہنم میں کچھ عذاب و عقاب کے بعد (اعاذنا اللہ منہ) مخفی نہ رہے کہ یہ شفاعت صرف ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کا عقیدہ درست ہوگا (مگر ان میں کچھ عملی کمزوریاں ہونگی) ان کے علاوہ اور کسی کی شفاعت نہ ہوگی۔

حبط و تکفیر کا بیان

جاننا چاہیئے کہ میرے نزدیک حبط (بعض سنگین قسم کے گناہ کرنے سے بعض نیکیوں کا اکارت ہو جانا) اور تکفیر (بعض خاص اچھے کام کرنے سے برائیوں کا محو ہو جانا) بعض معنوں کے اعتبار سے جن کی توضیح میں وضاحت کر دی گئی ہے ثابت ہیں (وہو الحق عندی) اس سلسلہ میں وارد شدہ اخبار و آثار حد احصاء و شمار سے زائد ہیں اور (علم کلام میں) ان کی نفی پر جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ سب کے سب بودے اور کمزور ہیں جیسا کہ ان میں غور و فکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

ثم لا بد ان تؤمن بكل ماورد
على لسان الشرع من الصراط و
الميزان و جميع احوال القيامة و
اهوالها و لا تأولها بشئ الا بماورد
تأويله عن صاحب الشرع فان اول
الكفر والالحاد التصرف في
النواميس الشرعية بالعقول الضعيفة
و الاهواء الردية اعاذنا الله وسائر
المؤمنين منها و من امثالها و
السلام على من اتبع الهدى.

پل صراط و میزان وغیرہ کا بیان۔

پھر ان تمام حقائق پر ایمان رکھنا واجب و لازم ہے جو شریع اقدس کی زبان اطہر پر وارد ہوئے ہیں جیسے پل صراط، میزان اعمال اور قیامت کے دوسرے حالات و کیفیات اور پر خطر و ہولناک مناظر و واقعات اور اپنی طرف سے ان حقائق کی کوئی سی تاویل کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اس تاویل کے جو خود شریعت مقدسہ میں وارد ہوئی ہو کیونکہ کفر و الحاد کا پہلا زینہ ہی اپنے عقول ناقصہ اور آراء کاسدہ سے حقائق شرعیہ میں تصرف ہی کرنا ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور تمام اہل ایمان کو اس سے اور اس جیسی (غیر شرعی) حرکات سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (آمین بجاہ النبیّ و آلہ الطاہرین)۔

والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

الباب الثّانی

فیما یتعلّق بکیفیّة العمل

قد علمت یا خلیلی ما القیناه اوّلاً من لزوم متابعة اهل بیت العصمة صلوات اللّٰہ علیهم فی اقوالهم و التدبّر فی اخبارهم و آثارهم

فاعلم ان الخیر کل الخیر وجدناه فی اخبارهم وما من حکمة من الحکم الالهیّة الا وهی مصرّحة مشروحة لمن اتاها بقلب سلیم و عقل مستقیم لم یعوج عقله بسلوک طرق الضلال و العمی ولم یانس فهمه باطوار اهل الزیغ والرّدی و طریق الوصول الی النجاة والفوز بالسعادات ظاهرة بیّنة فیها لمن رفع غشاوة الهوی عن بصیرته و توسّل الی ربّه فی تصحیح نیّته و قد

دوسرا باب

کیفیت عمل کے بیان میں

دوستِ من! قبل ازیں خانوادۂ عصمت و طہارت کے اقوال وافعال میں ان کی پیروی کرنے اوران کے اخبار وآثار میں غور وفکر کرنے کے متعلق ہم جو کچھ کہہ چکے ہیں وہ تم معلوم کر چکے ہو۔

احادیثِ اہل بیت کی فضیلت کا تذکرہ۔

اب تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ہر قسم کی خیر وخوبی کو اس خانوادہ کے اخبار وآثار میں پایا ہے کیونکہ حکم الہیہ و معارف ربانیہ میں سے کوئی حکمت ومعرفت کی بات ایسی نہیں جوان میں پوری شرح وبسط کے ساتھ موجود نہ ہو بشرطیکہ انسان عقل سلیم وطبع مستقیم کے ساتھ ان کا مطالعہ کرے اور ضلالت وگمراہی کے راستوں پر گامزن ہو کر اپنی عقل وفکر کو کج نہ کرے اور اپنی خدا داد فہم وفراست کو کج فہم وگمراہ لوگوں کے اخلاق و اطوار سے مانوس نہ کرے ان (اخبار) میں دین ودنیا کی ابدی سعادت تک پہنچنے کا راستہ ہر اس شخص کیلئے واضح وآشکار ہے جو اپنی چشم بصیرت سے خواہشاتِ نفسانیہ کی پٹی اتار دے اور اپنی نیت کو صحیح وخالص کرنے کیلئے اپنے پروردگار سے متوسل ہو۔ چنانچہ خداوند عالم فرماتا ہے کہ جو لوگ ہمارے متعلق کدوکاوش کرتے

قال الله تعالیٰ والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا و محال ان یخلف الله وعده اذ اتی الله من الابواب التی امر الله تعالیٰ ان یؤتی منها

ہیں ہم ان کو اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور یہ بات خدائے تعالیٰ کیلئے ناممکن ہے کہ وہ وعدہ کرکے وعدہ خلافی کرے بشرطیکہ یہ آنے والا خدا کے پاس ان راستوں سے آئے جن سے آنے کا اس نے حکم دیا ہے[1]

فالذی یجب اولاً للسالک الی الله ان یصحح نیته لان مدار الاعمال فی قبولها و کمالها علی مراتب النیات ولا یتأتی ذالک الا بالتوسل التام بجنابه تعالیٰ والاستعاذة من شر الشیاطین و خبیث الاهواء ثم یتفکر فی عظم هذا المقصد الاقصی و یتفکر فی انه بعد ذهابه عن هذه النشأة لا یتأتی له الرجوع الیها لتدارک ما فات منه

سالک الی اللہ کے فرائض و وظائف کا بیان

پس سب سے پہلے جو چیز سالک الی اللہ پر واجب و لازم ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نیت کو صحیح و خالص کرے کیونکہ تمام اعمال و افعال کے قبول و کمال کا دارومدار نیتوں کے درجہ و مرتبہ پر ہے اور یہ چیز خدا کے ساتھ توسل و تمسک کرے، شیطان کے شر اور خواہشات نفسانیہ کے فتنہ سے پناہ مانگے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی پھر سالک کو چاہیے کہ اس بلند مقصد کی عظمت اور اس بات میں غور و فکر کرے کہ

وہ ایک بار اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف منتقل ہو جانے کے بعد پھر ہرگز یہاں واپس

---

[1] اردو ہیں سرکار محمدؐ و آل محمد علیہم السلام، ارشاد قدرت ہے واتوا البیوت من ابوابها گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں انا مدینة العلم و علی بابها فمن اراد العلم فلیات من الباب میں علم و عقل کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہیں جو شخص میرے شہر علم و معرفت میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اس کے دروازے سے آئے

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی است (مسجعی عنہ)

و يحذر عن المحشر العظمى والمصيبة الكبرى ثم يتفكر في فناء هذه الدنيا و تقلّب احوالها و عدم الاعتماد عليها و على عزّها و فخرها وليرجع في اثناء هذه التفكرات الى ماورد عن ائمة الهدى في ذالك لا الى كلام غيرهم لانّ لها لصدورها عن منابع الوحي والالهام تاثيراً غريباً ليس لكلام غيرهم و ان كان المضمون واحداً و ايضاً كلام غيرهم كالغزالي و ابوطالب المكي و اضرابهما مشتمل على حق و باطل و انهم يسوّلون باطلهم في اثناء ذكر الحق في نظر الناظرين الى كلامهم ليدخلوهم في حبالهم و مصائدهم

نہیں لوٹ سکے گا تاکہ تلافی مافات کر سکے[۱] اور محشر عظمیٰ کی ہولناکی اور مصیبت کبریٰ کی خوفناکی سے ڈرے اور اس کے شدائد سے بچاؤ کی بھی تدبیریں کرے پھر اس دارِ دنیا کے فنا ہو جانے، اس کے حالات کے الٹنے بدلنے، اس پر اور اس کی (چند روزہ) عزت و عظمت پر اعتماد و اعتبار نہ کرنے پر بھی غور و فکر کرے اور اسے چاہیے کہ ان تفکرات و تدبرات کے سلسلہ میں دوسرے لوگوں کے کلام پر بھروسہ کرنے کی بجائے ائمہ اطہار کے کلام حق ترجمان پر اعتماد کرے کیونکہ مہبط وحی والہام سے صادر ہونے کی وجہ سے اس کلام میں وہ عجیب و غریب تاثیر پائی جاتی ہے جو دوسروں کے کلام میں نہیں پائی جاتی، اگرچہ دونوں کا مضمون ایک ہی ہوتا ہے۔ نیز غزالی اور ابوطالب مکی (وغیرہ) (مدعیان معرفت صوفیہ) کا کلام حق و باطل دونوں پر مشتمل ہوتا ہے، یہ لوگ عامۃ الناس کو اپنے دام تزویر میں پھنسانے کے لیے حق کے ساتھ باطل کی بھی آمیزش کر دیتے ہیں[۲]

---

[۱] اس سے اس روحانی وصیت کے دراپنی عاقبت و آخرت کو سنوارنے و سدھارنے کے لیے جس قدر ہو سکتا ہے پوری جد و جہد کرے

خواہی کہ روز حشر نگی خندہ بایدت
امروز از مصیبت فردا گریستن (منہ عفی عنہ)

[۲] جس کی وجہ سے ان کا کلام ناقابل اعتبار ہو کر رہ جاتا ہے، اس کے برعکس کلام اہل بیت سراسر حق و صداقت ہے اور اس میں باطل کا کہیں نام و نشان تک بھی نہیں ہے۔ (منہ عفی عنہ)

ثم اعلم ان النية ليست هي ما اشتهر بين الناس من خطور البال والتلفظ بها بالفاظ عربية او عجمية بل هي الداعي الى فعل الانسان و هي امر كامن في النفس لا يطلع عليها الا المجدّون في طاعة الله الذي بصرّ هم عيوب النفس و دواعيها قال الله تعالى فالهمها فجورها وتقوٰها و هي تابعة للحال التي الانسان مقيم عليها كما ورد في تفسير قوله تعالى قل كل يعمل على شاكلته وهذا ظاهر لمن تدبر فيه مثلاً اذا كان رجل شاكلته و طريقته و سجيته حب الدنيا و الحرص عليها ولا يعمل عملاً من اعمال الخير و الشر الا و مقصوده الاصلي منه حيوة الدنيا فاذا صلّى كان الباعث له عليه انه اذا احبّ

نیت کی حقیقت اور اس کے اقسام کا بیان؟

جاننا چاہیے کہ نیت کی حقیقت وہ نہیں جو عام لوگوں کے درمیان مشہور ہے یعنی کسی چیز کا دل میں تصور کرنا اور پھر عربی یا عجمی الفاظ کا زبان پر جاری کرنا بلکہ در اصل نیت اس جذبہ کا نام ہے جو انسان کو کسی کام کے کرنے کی تحریک کرتا ہے اور اس پر آمادہ کرتا ہے اور یہ نفسِ انسانی میں ایک ایسا پوشیدہ امر ہے جس پر سوائے ان لوگوں کے جو خدا کی اطاعت گزاری میں بہت جد و جہد کرتے ہیں اور جن کو خدا نے بموجب آیہ کریمہ "خدا نے اس (نفس) کو بدکاری اور نیکوکاری کا الہام کر دیا ہے۔" نفس کے جملہ عیوب و نقائص اور اس کی تمام بیماریوں سے آگاہی عطا کی ہے اور کوئی شخص مطلع نہیں ہو سکتا اور یہ نیت انسان کی اس حالت کے تابع ہوتی ہے جس پر وہ قائم ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی قل کل الخ "کہہ دو کہ ہر شخص اپنی شاکلہ (نیت) کے مطابق عمل کرتا ہے" کی تفسیر میں وارد ہے (کہ شاکلہ سے مراد نیت ہے) اور یہ بات صاحبان فہم و تدبر پر پوشیدہ نہیں ہے۔ (اس مطلب کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ) ایک شخص ہے جس کا طور و طریقہ اور عادت دنیا سے دل کی محبت اور اس کی ہوس و حرص ہے اس لیے وہ جب بھی کوئی اچھا یا برا کام کرتا ہے تو اس سے اس کی اصلی غرض و غایت دنیا کی جمع آوری

بالصلوة يخل ذالك بدنياه و اذا شرب الخمر يشرب لانه بعينه على دنياه و هكذا و اذا غلب على احد حب الملوك والتقرب عندهم لا يعمل شيئاً الا و هو يلاحظ ان يكون لهذا العمل مدخل فى التقرب اليهم والقرينة على ذلك انه يترك كثيرا من اعمال الخير لا يوافق طباعهم فاذا تفطنت لذلک

فاعلم ان للناس فى نياتهم منازل ودرجات

فمنهم من غلب عليهم شقوتهم كما اشرنا اليه و ليس المنظور فى اعمالهم الامثال ماذكرنا من الامور الفاسدة و هذا اذا لم يسع فى ترك تلك الحالة يتدرج فى الشقاوة الى ان يترك دينه و عقائده ولا يرجى خيره ابداً

ہوتی ہے، مثلاً جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کا محرک یہ جذبہ ہوتا ہے کہ اگر وہ نماز نہیں پڑھے گا تو اس کا دنیاوی نقصان ہوگا اور جب وہ شراب پیتا ہے تو بھی اس لیے کہ اس سے دنیا کے حصول میں اسے مدد ملتی ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس، جب کسی شخص پر بادشاہوں کی محبت اور ان کا قرب حاصل کرنے کا ذوق وشوق غالب ہو تو وہ جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو پہلے یہ دیکھتا ہے کہ آیا اس کام کو ان کا تقرب حاصل کرنے میں کچھ دخل ہے؟ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ان بہت سے کارہائے خیر کو بجا نہیں لاتا جو بادشاہوں کی طبیعت کے موافق نہیں ہوتے۔

نیت کے معاملہ میں لوگوں کے اختلاف مراتب کا بیان۔

جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ نیت کے معاملہ میں لوگوں کے درجات ومقامات یکساں نہیں بلکہ مختلف ہیں۔

پہلی قسم بعض لوگ وہ ہیں جن پر شقاوت و بدبختی کا غلبہ ہوتا ہے جیسا کہ ابھی اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے کہ وہ جب بھی کوئی عمل کرتے ہیں تو مذکورہ بالا اغراض فاسدہ میں سے کوئی نہ کوئی دنیاوی غرض فاسد ان کے پیش نظر ہوتی ہے، ایسے لوگ اگر اس بری حالت کے دور کرنے میں کد وکاوش نہیں کریں گے تو رفتہ رفتہ ان کی شقاوت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ وہ اپنے دین ودیانت اور اصول عقائد کو بھی خیر

والثاني من ارتفع عن هذه الدرجة فهي نفسه حب الدنيا و حب الآخرة معاً ويزعم انهما يجتمعان فقد يغلب عليه حب الآخرة فيعمل لها و هذا اذا لم يرفع نفسه عن هذه الدرجة يلحق عمّا قريب بالاوّل

والثالث من غلب عليه خوف عقاب الله و ربه و تفكر في شديد عذابه واليم عقابه فصار ذلك سبب لحط الدنيا عن نظره فهو يعمل كلما يعمل من الاعمال الحسنة و يترك ما يترك من الاعمال السيئة خوفاً و هذه العبادة صحيحة على الاظهر لكن ليس في درجة

یاد کہہ دیں گے اور پھر ان کی اصلاح احوال کی کوئی اُمید باقی نہیں رہ جائے گی۔

دوسری قسم وہ لوگ ہیں جو سب سے (پست ترین درجے سے) قدرے بلند ہیں ان کے دل میں دنیا و آخرت ہر دو کی محبت راسخ ہے اس کا گمان ہے کہ یہ دونوں باہم جمع ہو سکتی ہیں لہذا وہ (ان دونوں کا دامن تھامنے کی کوشش کرتے ہیں) مگر چونکہ وہ توازن قائم نہیں رکھ سکتے اس لیے جب کبھی آخرت کی محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کیلئے عمل شروع کر دیتے ہیں اور جب حب دنیا غالب آجاتی ہے تو اس کی خاطر عمل کرنے لگ جاتے ہیں، اگر ایسے لوگ اپنے آپ کو اس درجے سے بلند تر کرنے کی کوشش نہیں کریں گے تو بہت جلد وہ پہلے درجہ والے لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جائیں گے۔ (خدا نہ کرے کہ ایسا ہو)

تیسری قسم وہ لوگ ہیں جن کے دل و دماغ پر خدا کے عذاب و عقاب کا خوف مسلط ہے، ان لوگوں نے جب خدا کے سخت عذاب اور اسکے دردناک عقاب کے متعلق غور و فکر کیا تو دنیا ان کی نظروں میں ہیچ و پوچ ہو گئی اب وہ جس قدر اعمال صالحہ بجالاتے ہیں اور جس قدر اعمال شنیعہ سے دامن بچاتے ہیں وہ صرف اسی خوف عقاب کا نتیجہ ہے اگرچہ علی الاظہر یہ عبادت صحیح ہے لیکن کامل نہیں ہے (بلکہ ناقص ہے) حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے مروی

الکمال و قد ورد عن الصادق علیه السلام انها عبادة العبد

الرابع: انه قد غلب علیه الشوق الی ما اعد الله للمحسنین فی الجنة فیعبد الله لطلب تلک الامور و قد ورد فی الخبر انها عبادة الاجراء و هذا قریب من السابق

والخامس: انه یعبد الله لانه اهل للعبادة و هذه درجة الصدیقین و قد قال امیرالمومنین ما عبدتک خوفاً من نارک ولا طمعاً فی جنتک بل وجدتک اهلاً للعبادة فعبدتک و قد ورد عن الصادق انها عبادة الاحرار ولا یسمع هذه الدعویٰ من غیر هم اذ لایکون هذا الاخلاص یعلم من

ہے فرمایا یہ غلاموں والی عبادت ہے جو مالک کی سزا سے ڈر کر اطاعت کرتے ہیں۔

چوتھی قسم وہ لوگ ہیں جن پر اس بے پایاں اجر وثواب حاصل کرنے کا شوق غالب ہے جو خدائے تعالیٰ نے جنت الفردوس میں نیکوکار لوگوں کیلئے مہیا کر رکھا ہے چنانچہ وہ اسی ثواب کے حصول کی غرض سے (شب و روز) خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ روایت میں وارد ہے کہ یہ مزدوروں (اور تاجروں) والی عبادت ہے، یہ سابقہ (تیسری قسم) کے قریب ہے (جو علی الاطلاق صحیح تو ہے مگر کامل عبادت نہیں ہے بلکہ ناقص ہے۔)

پانچویں قسم وہ لوگ ہیں جو صرف اس لیے خدا کی عبادت کرتے ہیں کہ خدا (اپنے ذاتی کمالات اور عظیم نعمات کی وجہ سے) لائق عبادت ہے، یہ صدیقین کا درجہ ہے۔ چنانچہ جناب امیرالمومنین (خدا کو خطاب کرکے) کہتے ہیں میں نے تیری جہنم کے خوف یا تیری جنت کے شوق میں تیری عبادت نہیں کی بلکہ صرف تجھے لائق عبادت سمجھ کر تیری عبادت کی ہے۔"

حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا یہ آزاد لوگوں والی عبادت ہے، یہ دعویٰ (جو جناب امیر نے فرمایا ہے) انکی ذوات مقدسہ کے شایان شان ہے اگر کوئی اور شخص یہ دعویٰ کرتا ہے تو وہ قابل سماعت

نفسه انه لو لم يخلق الله جنة ولا نارًا بل لو كان والعياذ بالله العاصي في الجنة والمطيع في النار لاختار الا طاعة لانه تعالى اهل لها

نہیں ہے کیونکہ ایسا دعویٰ وہی شخص کرسکتا ہے جس کو اپنے متعلق یہ یقین ہو کہ اگر بالفرض خدا نے جنت و دوزخ پیدا ہی نہ کی ہوتی بلکہ پناہ بخدا، اگر ایسا ہوتا کہ گنہگار کو جنت میں اور نیکوکار کو جہنم میں داخل کیا جاتا تب بھی وہ (جنت و جہنم کے تصور سے بالاتر ہو کر) خدا کی اطاعت ہی کرتا کیونکہ وہ عبادت و بندگی کے لائق ہے۔

والسادس: انه يعبد الله فانه يلاحظ نعمه تعالى الغير المتناهية فيحكم عقله بان هذا المنعم يستحق لان يعبد لنعمه.

چھٹی قسم۔ وہ لوگ ہیں جو شکر گزاری کے جذبے کے ماتحت خدا کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ جب وہ اپنے خالق و مالک کی نعمات غیر متناہیہ کو دیکھتے ہیں تو ان کی عقل فیصلہ کرتی ہے کہ ایسا محسن و منعم حقیقی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے ان انعامات کی وجہ سے اس کی عبادت کی جائے۔

والسابع انه يعبد الله حياءً فانه يحكم عقله بحسن الحسنات وقبح السيئات ويعلم ان الله تعالى مطلع عليه في جميع احواله فهذا يعبده حياءً ولا يلتفت الى ثواب ولا عقاب و اليه يشير ماورد في تفسير الاحسان ان تعبد الله كانك

ساتویں قسم وہ لوگ ہیں جو شرم و حیا کی وجہ سے خدا کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ ان کی عقل و خرد یہ فیصلہ صادر کرتی ہے کہ اچھائیاں اچھی اور برائیاں بری ہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ خدائے علیم ان کے تمام حالات و کیفیات پر مطلع ہے اس لیے یہ شرم و حیا کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ (اور برائی سے اجتناب کرتے ہیں کہ اس کے سامنے کس طرح گناہ کریں) ثواب و عذاب کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں ہوتی۔ لفظ "احسان" کی تفسیر میں جو وارد ہے کہ "خدا کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ

تراه فان لم تكن تراه فانه
يراك.

الثامن: ان يعبده حباً له
ورتبة المحبّة من اعلى
مراتب الكمال و هي تحصل
بدوام ذكره حباله و كثرة
العبادة و تذكر نعم الله تعالى
عليه و الطافه اليه و اذا حصلت
المحبة لا يجوز مخالفة محبوبه
لحبه اياه و لا ينظر الى نفع ولا
ضرر.

والتاسع انه يعبد تقرباً اليه
اى طلب القربة و للتقرب معان
دقيقة نشير الى بعضها اذلا
يتصور في شانه تعالى القرب
الزماني والمكاني فالمراد اما
التقرب بحسب الدرجة والكمال
اذ في مراتب النقص له غاية البعد
عن جناب لغاية كماله فاذارفع عن

رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو ضرور
تمہیں دیکھ رہا ہے۔" اس میں اسی (بلند) مرتبہ کی
طرف اشارہ ہے۔

آٹھویں قسم وہ لوگ ہیں جو خدا کی محبت کی وجہ
سے اس کی عبادت کرتے ہیں (ظاہر ہے کہ) محبت
کا مرتبہ کمال و جمال کا اعلیٰ و اکمل مرتبہ ہے اور یہ
مرتبہ و مقام بوجہ محبت ہمیشہ اس کا ذکر کرنے، بکثرت
عبادت بجالانے، اس کی (بے حساب) نعمتوں اور
اپنے اوپر اس کے مراحم و الطاف کو یاد کرنے سے
حاصل ہوتا ہے اور جب محبت حاصل ہو جائے تو پھر
(قانونِ قدرت و فطرت کے مطابق) محبوب کی
مخالفت جائز نہیں ہوتی۔ (اس لیے وہ اس کی
اطاعت کرتے ہیں) اور وہ اپنے کسی نفع و نقصان کی
طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔

نویں قسم وہ لوگ ہیں جو خدا کا قرب حاصل
کرنے کی خاطر اس کی عبادت کرتے ہیں۔
"قرب" کے چند دقیق معنی ہیں جن میں سے بعض
کی طرف ہم یہاں اشارہ کرتے ہیں کیونکہ خدا کے
حق میں قرب زمانی و مکانی کا تو تصور بھی نہیں ہوسکتا
(کیونکہ وہ زمان و مکان اور اجسام و ابدان کی
قید سے آزاد ہے) پس اس قرب سے مراد یا تو درجہ
اور کمال والا قرب ہے کیوں کہ نقص و عیب کی صورت
میں آدمی خدا کی جانب سے انتہائی بعید ہوتا ہے اس

نفسه بعض النقائص واتصف ببعض
الكمالات قل بعده و تخلق ببعض
اخلاقه او القرب بحسب
المصاحبة المعنوية والتذكر فانه اذا
كان محب في المشرق و محبوبه
في المغرب فهو على الدوام في
ذكره مشغول بخدماته و الامور
المفوضة اليه و هذا في الحقيقة
القرب من العدو الذي هو جالس
بجنبه ولا ريب ان هذين المعنى
الذين ذكرنا هما يحصلان من
العبادة فيمكن ان يكون غرض
العابد حصول هذين المعنيين
وللقرب معان أخر وللنية درجات
اخر فيما بين المراتب الذي ذكرنا
لاينا هي و انا اشرنا الى بعضها
على سبيل التمثيل ليعرف المؤمن
السالك الى الله خطر هذا الطريق
و يتوسل اليه لينجيه من مهالك
هذه المسالك حتى اذا دخل في

لیے کہ وہ کمال کے آخری درجہ پر فائز ہے لہٰذا جب
آدمی اپنے سے بعض نقائص دور کردے اور بعض
کمالات سے متصف ہوجائے تو اس کا خدا سے یہ
بُعد کم ہوجاتا ہے اور وہ بعض اخلاقِ الٰہیہ سے متخلق
ہوجاتا ہے یا صحبت معنوی اور یاد (محبوب) والا
قُرب مراد ہے کیونکہ جب محبّ مشرق میں ہو اور
اس کا محبوب مغرب میں تب بھی وہ ہمیشہ اس کے ذکر
وفکر اور اس کی طرف سے سپردشدہ خدمات کی بجا
آوری میں مشغول رہتا ہے، ایسا محبّ درحقیقت
(باوجود بُعد مکانی) کے اپنے محبوب سے اس دشمن
سے بدرجہا قریب تر ہوتا ہے جو اس کے پہلو میں
بیٹھا ہے یہ حقیقت ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے
کہ (قرب کے یہ) دونوں معنی عبادت کرنے سے
حاصل ہوتے ہیں پس ممکن ہے کہ عبادت گذار کا
مقصد ان دونوں معنوں کے اعتبار سے خدا کا قُرب
حاصل کرنا ہو۔ (مخفی نہ رہے کہ) قرب کے کچھ اور
معانی بھی ہیں اور مذکورہ بالا درجات کے علاوہ نیت
کے بعض اور غیر محدود درجے بھی ہیں مگر ہم نے بطور
مثال صرف چند مراتب و مدارج کی طرف اشارہ
کردیا ہے تاکہ مؤمن سالک کو اس راستہ کے
خطرات سے آگاہی حاصل ہوجائے اور خدا سے
توسّل وتمسّک حاصل کرے تاکہ وہ اسے اس راستہ
کی ہلاکتوں سے نجات عطا کرے یہاں تک کہ یہ

زمرة عباد الله المخلصين من
شرّ الشيطان الرجيم كما قال
تعالى انّ عبادى ليس لك عليهم
سلطان

ونعم مامثل الشيطان بالكلب
الذى يكون على ابواب الناس و
يؤذى من يهم بدخول دار مالكه و
لا يمكن دفعه الّا بان يهره
المالك و يزجره او يعلم ان
الداخل من اصدقاء صاحب البيت
فكذا هذا الكلب اللعين مؤكل على
باب الله تعالى لئلا يدخله الاجانب
و من لا يليق بشقاله بالدخول فيه
فاذا يهره صاحب البيت بسبب
الاستعاذة العبد به من شرّه او علم
انه من مقربي هذه الحضرة و من
خواص مالك الملوك و كثيرا ما
يدخل هذا الباب و يخرج منه و له

خدا کے ان مخلص بندوں کے زمرہ میں داخل
ہوجائے جو شرِ شیطان سے محفوظ ہوتے ہیں جیسے کہ
خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: "(اے شیطان!) جو میرے
مخلص بندے ہیں ان پر تیرا کوئی قابو نہیں ہے"

(شیطان کی مثال عنوان)

شیطان کی بہترین مثال وہ ہے جو اسے اس
کتے کے ساتھ دی گئی ہے جو اپنے مالک کے
دروازے پر بیٹھا ہوتا ہے لہٰذا جو شخص بھی اس کے
مالک کے گھر میں داخل ہونا چاہے وہ اسے (کاٹتا
اور) اذیت پہنچاتا ہے اور اس سے بچاؤ صرف اسی
صورت میں ہو سکتا ہے کہ مالک اسے ڈانٹ ڈپٹ
ہٹائے یا کتے کو یقین ہو جائے کہ یہ آنے والا صاحب
خانہ کے دوستوں میں سے ہے (اس لئے اس کی
یہاں آمد و رفت رہتی ہے) بعینہٖ اسی طرح یہ ملعون
بھی (گویا) خدا کے دروازہ پر بیٹھا ہے تاکہ اس کی
بارگاہ میں اجنبی لوگ اور وہ لوگ جو اپنی شقاوت و
بدبختی کی وجہ سے اس (گھر میں) داخل ہونے کے
لائق نہیں ہیں داخل نہ ہونے پائیں۔ پس جب بندہ
اس کے شر سے خدا کی پناہ طلب کرتا ہے اور خدا اسے
جھڑک دیتا ہے یا شیطان کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ
بندہ اس بارگاہ کے صاحبانِ قرب اور مالک
الملوک کے خواص میں سے ہے اور اس دروازہ پر
اس کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور یہ

انس بصاحب البيت لا يعرض له هذا الكلب فاذا توسّل السالك بجنابه تعالى و صحّح نيّتهٔ بقدر الجهد في بدو الامر بطلب ما يعلم انه خير آخرته فيه و لا يبالي بان يعدّه اهل الزمن و جهلة الدوران حشرياً او قشرياً او زاهدا خشكاً او ينسب الى الجهل و اذا كان بهذه المنزلة يظهر له الحق عياناً

صاحب خانہ سے مانوس و مالوف ہے تو یہ کتا اسے کچھ نہیں کہتا۔ پس جب سالک الی اللہ خدا سے متمسک ہو اور بقدر طاقت و وسعت ابتداہی سے اپنی نیت کو صحیح کرلے یعنی صرف ان باتوں کو طلب کرے جن کے متعلق اسے یقین ہو کہ اس کی آخرت کی بھلائی ان میں مضمر ہے اور اس بات کی ہرگز پروانہ کرے کہ اہل زمان اور جاہلان دوران اسے "حشوی" یا "قشری" یا "زاہد خشک" کہتے ہیں یا اس کو جاہل قرار دیتے ہیں، پس جب وہ اس مرتبہ پر فائز ہو جائے گا تو حق اس کے سامنے (روز روشن کی طرح) واضح اور ظاہر ہو جائے گا۔

حقیقی معلم کی تلاش

فينبغي بعد ذالك ان يطلب معلماً مستانساً بكلام اهل البيت و اخبار هم معتقدا لها لامن يأوّل الاخبار بالآراء بل من صحّح عقائده من الاخبار

بعد ازاں اسے چاہیے کہ (سب سے پہلے تو) اپنے لیے معلم و استاد وہ تلاش کرے جو اہل بیت کے کلام اور اخبار و آثار سے مانوس ہو اور ان کی حقانیت کا معتقد بھی ہو، نہ وہ جو ان کے اخبار (احادیث) کی (ذاتی) رائے و خیال سے تاویل کرے بلکہ وہ ایسا ہو جس نے اپنے عقائد (ائمہ اطہار کے) اخبار کی روشنی میں درست کیے ہوں۔

علم دین طلب کرنے کا صحیح طریقہ

و يشرع في طلب العلم ابتغاء وجه الله و طلب مرضاته و يتدبّر في اخبار اهل البيت و يكون مقصد

اس وقت خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے طلب علم شروع کرے اور اخبار اہل بیت میں تامل و تدبر کرے اور علم حاصل کرنے کا

التحصيل العمل فلا العمل ينفع بدون العلم كما ورد عن الصادق عليه السلام ان العامل على غير بصيرة كالسائر على غير الطريق لا يزيده سرعة السير الا بعداً ولا العلم ينفع بدون العمل و ايضاً لا يحصل العلم بدون العمل كماروى من عمل بما علم اورثه الله علم مالم يعلم و قد شبه العلم بالسراج يكون مع السائر في طريق مظلم اذا وقف ولم يمش لايضئ له الا مقدار معلوم و كلما مشى يضئ له مقدار آخرفا لعلم يعين على العمل والعمل يزيد في العلم

فينبغي ان يقسم يومه ثلاثة اقسام في بعض اليوم يسعى لطلب الرزق الحلال و في بعض اليوم يتلذذ بالحلال و في بعض آخر يشتغل بالفرائض والسنن والنوافل

مقصد عمل کو قرار دے کیونکہ علم کے بغیر عمل کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسے کہ حضرت صادق آل محمدؑ سے مروی ہے فرمایا جو شخص علم و معرفت کے بغیر عمل کرتا ہے وہ ایسا ہے جیسے کوئی شخص غلط راستہ پر چلتا ہے کہ جوں جوں تیز چلتا ہے (توں توں منزل مقصود) سے دور سے دور تر ہوجاتا ہے، نیز حقیقی علم بھی عمل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا جیسے کہ روایت میں وارد ہے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو خدا اسے اس چیز کا علم عطا فرمادیتا ہے جو وہ نہیں جانتا۔ علم کو اس چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے، جو اس آدمی کے ہاتھ میں ہو جو تاریک راستے پر چل رہا ہے کہ جب وہ چلنا ترک کردے اور (ایک مقام پر) رک جائے تو صرف تھوڑی سی محدود جگہ روشن ہوتی ہے مگر جب چلنا شروع کردے تو اور جگہ بھی روشن ہونے لگ جاتی ہے۔ (الغرض علم و عمل میں چولی دامن اور لازم و ملزوم والا رشتہ ہے) علم عمل کرنے پر اعانت کرتا ہے اور عمل علم میں اضافہ کرتا ہے۔

تقسیم اوقات کا بیان

پس (طالب علم) کو چاہیے کہ اپنے دن کو تین حصوں پر تقسیم کردے ایک حصے میں رزق حلال کمائے دوسرے حصے میں حلال لذتوں سے لطف حاصل کرے اور تیسرے حصہ میں فرائض و نوافل بجالائے (جن میں علم بھی داخل ہے)

و ينبغي ان يحصل بيدة من العلوم الآلية لا فتقار علم الحديث اليها كعلم الصرف و النحو و قليلاً من المنطق و قليلاً من علم الاصول و بعض الكتب الفقهية ثم يبذل غاية الجهد في علم الحديث و يطالع الكتب الاربعة وغيرها من تصانيف الصدوق وغيره ولقد اجتمع عندنا سوى الكتب الاربعة نحو من مائتي كتاب و لقد جمعتها و فسرتها في كتاب "بحار الانوار" فعليك بالنظر والخوض في لججه والاستفادة منه فانه بحر كما سمي به

ثم اعلم يا اخي ان لكل عبادة روحاً و جسداً و ظاهراً و باطناً فظاهرها و جسدها الحركات المخصوصة و باطنها الاسرار

علوم وفنون حاصل کرنے میں ترتیب کا تذکرہ

نیز طالب علم کو چاہیے کہ اصل مقصود بالذات علوم سے پہلے کچھ مقدار آلی و مقدماتی علوم کی بھی حاصل کرے کیونکہ (علم قرآن) و حدیث میں ان کی ضرورت پڑتی ہے جیسے صرف، نحو اور کچھ تھوڑی سی منطق، کچھ تھوڑا سا اصول فقہ اور بعض فقہی کتب پھر (علم قرآن) اور حدیث میں اپنی پوری کوشش صرف کرے اور اسے اپنی توجہ کا مرکز بنائے اور کتب اربعہ (اصول و فروع کافی من لا یحضرہ الفقیہ استبصار اور تہذیب الاحکام وغیرہ کتب مؤلفہ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کرے ہمارے پاس (بفضلہ تعالیٰ) کتب اربعہ کے علاوہ (حدیث) کی قریباً دو سو کتابیں موجود ہیں جن سب کو میں نے جمع کر کے ان کی شرح و توضیح کے کتاب "بحار الانوار" میں جمع کر دیا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اس میں گہری نظر ڈالو اور اس کی اتھاہ گہرائیوں میں غوطہ لگا کر اس سے استفادہ کرو کیونکہ وہ اسم با مسمّٰی ہے۔ (فی الواقع علوم و معارف آل محمدؐ کا بے پایاں سمندر ہے۔)

بعض اسرار الاحکام کا بیان

اے برادر ایمانی تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ہر ہر عبادت کی ایک روح ہوتی ہے اور ایک جسم اور ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن، پس ان کا ظاہر

المقصودة منها والثمرات المرتبة عليها و روحها حضور القلب والاقبال عليها و طلب حصول ما هو المقصود منها ولا تحصل تلك الثمرات الا بذلک کا لصلوٰة التی هی عمود الدین جعلها الله تعالیٰ افضل الاعمال البدنیة و رتب علیها آثاراً عظیمةً قال الله تعالیٰ ان الصلوٰة تنهی عن الفحشاء و المنکر و قال رسول الله الصلوٰة معراج المؤمن ولا یترتب علیها تلک الثمرات الا بحضور القلب التی هی روحها اذالجسد بلا روح لا یترتب علیه اثر و لهذا تری صلوتنا لا تنهانا عن الفحشاء والمنکر ولا یحصل لنا بها العروج عن تلک الدرکات الدنیة الی الدرجات العلیة فان الصلوٰة معجون الٰهی و مرکب سماوی اذالوحظت فیها شرائط عملها ینفع لجمیع الامراض النفسانیة والادواء الروحانیة

(اور جسم) تو وہ حرکاتِ مخصوصہ ہیں (جو ایک عبادت گذار انجام دیتا ہے) اور اس کا باطن وہ اسرار و رموز ہیں جو اس سے مطلوب ہیں اور وہ ثمرات ہیں جو اس پر مرتب ہوتے ہیں اور اس کی روح ہے حضور قلب اور اس عبادت کی طرف توجہ کرنا اور اصل مقصد کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور یہ ثمرات صرف اسی (حضور قلب) سے حاصل ہوتے ہیں جیسے نماز جو دین کا ستون ہے اور جسے خداوند عالم نے تمام بدنی و جسمانی اعمال سے افضل قرار دیا ہے اور اس پر عظیم آثار و نتائج مرتب فرمائے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے بالتحقیق نماز برائی و ناشائستہ حرکات سے روکتی ہے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں نماز مومن کی معراج ہے مگر اس کے یہ ثمرات صرف حضور قلب سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں جو کہ روح نماز ہے کیونکہ جسم بلا روح پر کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوتا اس لیے تم دیکھتے ہو کہ ہماری نماز ہمیں برائی اور ناشائستہ حرکات سے نہیں روکتی اور نہ ہی اس سے ہمیں پست درجات سے بلند درجات کی طرف معراج ہوتی ہے کیونکہ نماز ایک الٰہی معجون اور آسمانی مرکب ہے کہ اگر اس کی بجا آوری کے تمام شرائط و آداب کو ملحوظ رکھا جائے تو یہ تمام نفسانی و روحانی امراض کے (ازالہ) کے لیے مفید و سود مند ہے۔

فيلزم ان يكون الانسان متذكراً في كل فعل من افعال الصلوة سرّ ذلك الفعل والغرض المقصود منه في الدعوات المقدمة عليها ايناس للنفس التي استوحشت بسبب الاشتغال بالامور الدنيوية التي اضطر اليها الانسان بحسب الحكم و المصالح ليكون عند الشروع فيها مستأنسا بجنابه تعالى وايضاً من شرائط قبولها التقوى والورع عن المعاصي اذ بارتكابها يبعد عن ساحة قربه و قد قال الله انما يتقبل الله تعالى من المتقين ولما ارتكب العبد الاعمال السيئة و بعد بسببها عنه العبد يتضرع قبل الصلوة ان يغفر له و يصفح عن جرائمه ليصير اهلاً لان يعبده ويناجيه و في التكبيرات تنزيه لجنابه تعالى عن الشريك و المثل والنقص و عن ان يكون للعبد ادراكه بالقوى الظاهرة والباطنة والعقول والاوهام

بعض اسرار الصلوٰۃ کا بیان:

پس لازم ہے کہ جب (نماز گزار) آدمی افعالِ نماز میں سے کوئی فعل بجا لائے تو اس کی جو اصلی غرض و غایت ہے اس کو پیشِ نظر رکھے مثلاً نماز سے پہلے جو (مستحب) دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان کا اصلی مقصد یہ ہے کہ نفسِ انسانی چونکہ ان دنیوی امور میں جن کی بجا آوری اس کے لیے ناگزیر ہے مشغول ہونے کی وجہ سے وحشی ہو گیا ہے (یعنی خدا اور اس کے دین سے مانوس نہیں رہا) لہٰذا ضرورت تھی کہ نماز شروع کرنے سے قبل ان دعاؤں کے پڑھنے سے خدا کی بارگاہ سے مانوس ہو جائے۔ نیز من جملہ قبولیتِ نماز کے شرائط کے ایک شرط پرہیزگاری اور گناہوں سے اجتناب کرنا بھی ہے کیونکہ گناہوں کے ارتکاب سے انسان خدا سے دور ہو جاتا ہے اور خدا فرماتا ہے۔ بیشک خدا تو صرف متقیوں کے عمل کو قبول فرماتا ہے پس جب بندے نے برے اعمال کا ارتکاب کیا اور ان کی وجہ سے خدا کی بارگاہ سے بہت دور ہو گیا تو اب وہ نماز پڑھنے سے پہلے تضرع و زاری کرتا ہے کہ خدا اسے معاف کر دے اور اس کے جرائم سے درگزر فرمائے تاکہ وہ خدا کی عبادت کرنے اور اس سے مناجات (راز و نیاز کی باتیں) کرنے کے لائق ہو جائے اور نماز کے شروع میں جو) تکبیریں کہی جاتی ہیں ان میں یہ حکمت پوشیدہ

وتذكر للعقائد الحقة لتستقر في النفوس و في دعاء التوجه تلقين الاخلاص في النية والاظهار لغاية العبودية ورفع النظر عما سواه و التوجه بسرائره اليه و في القرائة مكالمة مع المحبوب الحقيقي و مناجات بذكر محامده اولاً و وصفه بالاوصاف الكمالية وسيلة امام الحاجت ورعاية لاداب المكالمات والمناجات ثم اظهار العبودية ثم التخلي عن الحول والقوة والاستعانة به في جميع الامور خصوصاً في العبادة ثم طلب الهداية الى صراط مستقيم و هي صراط النبيّ والائمة في جميع العقائد والاعمال والاخلاق والطرق الى الله تعالى و هذا المطلب مشتمل على جميع المطالب العالية ثم الاستعاذة عن صراط اعدائهم ويندرج فيه جميع العقائد الباطلة والاخلاق الردية والطرق المضلة و جميع

ہے کہ خداوند عالم کی ذات کی شریک، مثل، اور ہر قسم کے نقص وعیب اور اس بات سے تنزیہ وتقدیس اور پاکیزگی بیان کی جائے اور یہ کہ ظاہری و باطنی قوئی اور عقول و فہم سے اس کی اصل حقیقت تک رسائی نہیں ہو سکتی نیز ان سے عقیدۂ حق کی یاد تازہ ہو جاتی ہے تا کہ وہ طبیعتوں میں راسخ ہو جائیں اور دعائے توجہ (وجہت وجہی للذی ۔۔۔ الخ) میں خلوص نیت کی تعلیم بندگی کا اظہار، سوی اللہ سے قطع نظر اور خدا کی طرف مکمل توجہ وانقطاع کا اعلان کرنا مقصود ہے۔ اور (حمد وسورۃ) پڑھنے میں محبوب حقیقی کے ساتھ اس طرح باہمی گفتگو ومناجات ہے کہ پہلے اس کے محامد ومناقب اور اس کے اوصاف کمالیہ ذکر کیے گئے ہیں تا کہ وہ حاجت برآری کا ذریعہ قرار پائیں اور باہمی گفتگو اور راز و نیاز عرض کرنے کے آداب کی رعایت بھی مد نظر رہے، پھر اس میں بندگی کا ذکر، اور پھر اپنی طاقت وقوت سے بیزاری اور تمام امور میں بالعموم اور ادائے عبادت میں بالخصوص خدا سے مدد طلب کرنے اور پھر سیدھے راستے پر چلنے و گامزن رہنے کا سوال ہے اور اس (صراط مستقیم) سے مراد تمام عقائد و اعمال، اخلاق و اطوار اور خدا تک پہنچانے والے راستوں میں سے سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کا راستہ ہے اور یہ مطلب (صراط مستقیم کی طلب) تمام مطالب عالیہ پر مشتمل ہے،

العسوق فانها جميعاً صراط اعدائهم و كذا في الرّكوع والسّجود خضوع و تذلل لله تعالى لدفع ما في الانسان من الكبر والفخر والعجب فامربان يضع مكارم بدنه على التراب عند ربه فكذا في كل فعل من الافعال حكمٌ جسيمة و مصالح عظيمةٌ لا يفي بشرحها الكتب العظيمة و قد ورد في الاخبار لكل فعل من افعال الصلوٰة اسرار غريبةٌ و حكم عجيبة و انما او مانا في هذه المقام الى بعض منها من جهة التمثيل والا لا يفي هذه الرّسالة و آلاف امثالها بشرح واحد منها فينبغي ان يرجع الانسان الى الاخبار الواردة فيها و في اسرار جميع العبادات و حكمها و ياتي بكل فعل على وجهه ليكون كل فعل من افعاله

پھر ان ذوات مقدسہ کے دشمنوں کے راستہ سے خدا کی پناہ مانگی گئی ہے اور اس میں تمام عقائد باطلہ، اخلاق رذیلہ، گمراہ کن راہیں اور ہر قسم کے فسق و فجور داخل ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں ان کے دشمنوں کا راستہ ہیں۔ اسی طرح رکوع و سجود میں خداوند عالم کی بارگاہ میں خشوع و خضوع اور اپنی پستی و عاجزی کا اظہار ہے تاکہ انسان میں جو کبر و نخوت ہے وہ دور ہو جائے اس لیے اس کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے جسم کے افضل و اعلیٰ اعضاء کو اپنے پروردگار کے سامنے خاک پر رکھے اسی طرح افعال نماز میں سے ہر ہر فعل میں وہ عظیم الشان حکمتیں پوشیدہ ہیں کہ جن کی تشریح بڑی بڑی کتابوں میں بھی نہیں سما سکتی۔ (تو اس مختصر رسالہ میں ان کی کہاں گنجائش ہے) اخبار میں نماز کے ہر ہر فعل کے عجیب و غریب اسرار و رموز بیان کیے گئے ہیں ہم نے اس جگہ صرف بطور مثال بعض اسرار کی طرف اشارہ کر دیا ہے ورنہ یہ رسالہ کیا ایسے ہزاروں رسائل بھی صرف ایک حکمت و مصلحت کی تشریح و توضیح کے لیے کافی نہیں ہیں لہٰذا انسان کو چاہیے کہ نماز بلکہ تمام عبادات کے اسرار و رموز کے سلسلہ میں جو اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں ان کی طرف رجوع کرے اور ہر ہر فعل کو کما حقہ بجا لائے تا

؎ ہم نے اپنی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ میں ان اسرار احکام کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر دیا ہے۔ (منہ عفی عنہ)

وسيلة لقربه وسبباً لتكميل نفسه وهادياً له الى سبيل نجاته

کہ اس کا ہر فعل تقرب خداوندی کا وسیلہ، نفس کی تکمیل کا سبب اور طریق نجات کا راہبر و راہنما قرار پا سکے۔

دُعا و مناجات کا تذکرہ:

ثمّ اعلم ان اقرب الطّرق الى الله تعالى كما هو ظاهر من كثير من الاخبار هو طريق الدّعاء والمناجات

پھر یہ بھی جاننا چاہیے کہ خدا تک پہنچنے کے جس قدر راستے ہیں اُن میں سے جو راستہ سب راستوں سے زیادہ قریب ہے وہ دعا و مناجات والا راستہ ہے جیسا کہ بہت سے اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے۔

شرائط دُعا کا بیان:

لكن لهما شرائط من حضور القلب والتّوسّل وقطع الرّجاء عمن سواه والاعتماد الكامل عليه والتّوجه في صغير الامور و كبيرها و قليلها و كثيرها اليه سبحانه

لیکن دُعا و پکار کے کچھ شرائط ہیں (جن کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے) جیسے حضورِ قلب، توسّل، غیر خدا سے قطع اُمید، خدا پر کامل اعتماد اور سب چھوٹے بڑے، کم و زیاد غرضیکہ تمام معاملات میں اسی ذات ذوالجلال کی طرف توجہ کرنا اور اسی پر بھروسہ کرنا۔

ادعیہ جات کے اقسام:

والادعيّة المأثورة على نوعين منها الاوراد والاذكار الموظّفة المقرّرة في كل يوم و ليلة المشتملة على تجديد العقائد و طلب المقاصد و الارزاق و دفع كيد الاعداء و سحرة الكف وينبغي للمرء ان يجتهد في حضور القلب والتوجه

جو دُعائیں جناب رسولِ خدا اور آئمہ ھدیٰ سے منقول ہیں، وہ دو قسم کی ہیں۔

پہلی قسم وہ اوراد و اذکار ہیں جو ہر شب و روز میں مقررہ اوقات میں پڑھے جاتے ہیں جو عقائد حقہ کی تجدید، حاجات کی طلب، رزق کے حصول و دشمنوں کے مکر و فریب سے بچنے اور اس قسم کے دوسرے مطالب حقہ پر مشتمل ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ

و التضرع عند قراتها لكن يلزم ان لايتركها ان لم يتيسر ذلك

والثاني المناجات و هي الادعية المشتملة على صنوف الكلام والتوبة والاستقالة والاعتذار و اظهار الحب والتذلل والانكسار و ظني انه لا ينبغي ان يقرأ تلك الامع البكاء والتضرع والخشوع التام و ينبغي ان يترصد الاوقات لها و لا يقرأ بدون ما ذكر فيشبه الاستهزاء وسخرية و هذان القسمان من الدعاء ببركة اهل البيت عندنا كثيرة لا يفي العرصة باشتغال عشر من اعشارها اما القسم الاول فاكثرها مذكورة في مصباحي الشيخ الطوسي و الكفعمي و كتابي السمات و الاقبال لابن طاؤس في ضمن التعقيبات وادعية الاسبوع و

ان دعاؤں کے پڑھتے وقت اس پر حضور قلب، توجہ اور تضرع وزاری کی کیفیت طاری ہو لیکن اگر کسی وقت یہ کیفیت طاری نہ ہو تب بھی لازم ہے کہ ان دعاؤں کا پڑھنا ترک نہ کرے۔ لان فیھا فوائد جمة۔

مناجات کا بیان:

دوسری قسم مناجات ہے اور اس سے مراد وہ خاص دعائیں ہیں جو مختلف قسم کے کلام جیسے توبہ و استغفار، استغاثہ و اعتذار، خلوص و محبت اور ذلت و انکساری کے اظہار پر مشتمل ہیں میرا خیال ہے کہ جب تک آدمی پر گریہ و بکا، خشوع و خضوع اور تضرع و زاری کی خاص کیفیت طاری نہ ہو اس وقت تک ان مناجاتوں کو نہ پڑھنا چاہیے اور اس قسم کے اوقات و حالات کا منتظر رہنا چاہیے ورنہ ایسی کیفیت کے بغیر ان کا پڑھنا تمسخر و مذاق اڑانے کے مترادف ہے[1] یہ دونوں قسم کی دعائیں اہلبیت نبوت کی برکت سے ہمارے پاس اسقدر بکثرت موجود ہیں کہ ان کے عشر عشیر کے پڑھنے کی بھی فرصت نہیں مل سکتی چنانچہ پہلی قسم کی دعائیں

[1] سرکار علامہ کے پرمغز کلام میں بڑا وزن ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اگر کوشش کے باوجود وہ کیفیت طاری نہ ہو تو پھر بھی بموجب الوجود خیر من العدم (یعنی کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے ان مناجات کا پڑھنا فائدہ سے خالی نہیں ہے (منہ عفی عنہ)

اعمال السنة و غيرها والقسم
الثاني ايضاً منثورة في عرض
تلك الكتب وغيرها كالادعية
الخمسة عشر والمناجات
المعروفة بالانجيلية و دعاء كميل
النخعي و غيرها و الصحيفة
الكاملة جلها بل كلها في مقام الثاني
ثم ان بعض تلك الادعية يناسب
حالة الخوف و بعضها للبلاء و
بعضها للرخاء الى غير ذالك من
الاحوال المختلفة التي ترد على
الانسان فينبغي ان يقرأ الانسان
في كل حالة ما يناسبها من
الادعية مع التدبر في معانيها
والبكاء والتضرع فيها و انت
اذا سلكت هذا المسلك ايقنت
انه اقرب الطرق الى الله تعالى و
به يحصل مقاصد الدنيا و
الاخرة

مصباح المتہجد شیخ طوسی اور مصباح کفعمی اور جناب
سید ابن طاؤس کی کتاب مہج الدعوات اور کتاب
اقبال میں تعقیبات نماز، ہفتہ کی دعاؤں اور سال
کے اعمال کے ضمن میں مذکور ہیں اور دوسری قسم کی
دعائیں بھی انہی یا ان جیسی دوسری کتابوں (جیسے
زاد المعاد علامہ مجلسی اور مفاتیح الجنان محدث قمی اور
ہماری کتاب زاد العباد وغیرہ۔ میں بکھری پڑی
ہیں[1] جیسے مناجات خمسہ عشر، مناجات انجیلیہ اور
دعائے کمیل وغیرہ اور صحیفہ کاملہ کی اکثر بلکہ تمام
دعائیں اور مناجاتیں اسی دوسری قسم میں داخل ہیں
پھر یہ بھی خیال رہے کہ بعض دعائیں خوف وبیم،
بعض بلا و مصیبت اور بعض آسائش و کشائش وغیرہ
مختلف انسانی حالات و کیفیات سے مناسبت رکھتی
ہیں پس آدمی کو چاہیے کہ ہر حالت میں وہ دعا و
مناجات پڑھے جو اس حالت کے مطابق ہے جب
تم اس راستہ پر گامزن ہوگے تو تمہیں یقین حاصل
ہو جائے گا کہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کا
قریب ترین راستہ یہی ہے اور اسی سے دنیا و
آخرت کے مقاصد و مطالب حاصل ہوتے ہیں۔

[1] بفضلہ تعالیٰ ہم نے ان ہر دو قسم کی دعاؤں اور مناجاتوں اور سال بھر کے اعمال و عبادات اور زیارات
مقامات عالیات پر مشتمل ایک جامع کتاب مرتب کی ہے جس کا نام زاد العباد لیوم المعاد ہے (منہ عفی عنہ)

ثم اعلم ان اعظم سعادات النفس الاخلاق الحسنة الزكية من الخلوص والطهارة والجود والسخاء والاخلاص و المسكنة والحكم و غيره من الاخلاق الحسنة التى استحسنها الشرع والعقل و اعظم مهلكات النفس الاخلاق الذميمة الردية من البخل و الجبن و الكبر والعجب والرياء والغضب والحقد و غيرها من المهلكات الردية التى استقبحها العقل والشرع فيجب على الانسان السعى فى التخلى عن الاخلاق السيئة والتحلى بالاطوار المرضية

اخلاق حسنہ اور اخلاق سیئہ کا بیان:

جاننا چاہیے کہ نفسِ انسانی کی سب سے بڑی سعادت اخلاقِ جمیلہ و جمیلہ[1] ہیں جیسے خلوص و پاکیزگی، جود و سخا، اخلاص و ایثار، عاجزی و انکساری وغیرہ وہ تمام اخلاقِ حسنہ جو عقلاً و شرعاً مستحسن ہیں اور نفسِ انسانی کی سب سے بڑی ہلاکت اخلاقِ رذیلہ و ردیہ ہیں جیسے بخل و کنجوسی، بزدلی و ڈرپوکی، کبر و نخوت، ریاء و سمعہ، غیظ و غضب اور حقد و کینہ وغیرہ مہلکاتِ نفس جو عقلاً و شرعاً قبیح ہیں، پس انسان پر لازم ہے کہ اخلاقِ رذیلہ سے اپنے دامن کو بچانے اور اخلاقِ جمیلہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی پوری پوری کد و کاوش کرے۔

[1] اخلاقِ جمیلہ و حمیدہ کی عظمت و اہمیت کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں ہے اس سلسلہ میں سرکار خاتم الانبیاء کا یہی ارشاد کافی ہے کہ۔ انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں۔ اس ارشاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد اور غرض و غایت ہی مکارمِ اخلاق کی تکمیل قرار دی ہے حقیقت یہ ہے کہ انسان کی انسانیت کا دارومدار ہی عمدہ اخلاق و اطوار پر ہے۔ وبقول شاعر

اقبل على النفس و استكمل فضائلها
فانت بالنفس لا بالجسم انسان

اور اس سلسلہ میں علم الاخلاق کی مبسوط کتابوں کے علاوہ ہماری فقہی کتاب قوانین الشریعۃ فی فقہ الجعفریہ کی جلد اول کتاب الطہارت باب الاخلاق الحسنہ والسیئہ کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ (منہ عفی عنہ)

وزعمت الصوفية انهما انما يحصلان بترك المالوفات والاعتزال عن الخلق وارتكاب المشاق و ملازمة الجوع المنهمك والسهر الدائم و سائر ما هو طورهم و دابهم و انی وجدت من يقاسی تلک الشدائد منهم تزيد اخلاقه الردية و تقل اخلاقه الحسنة اذ يغلب عليه السوداء فلا يمکن لاحدان يکلم معهم بکلمة لسوء خلقهم و يقوی تکبرهم و عجبهم بحيث يظنون انهم تجاوزوا عن درجة الانبياء و يبغضون جميع الخلق ويستوحشون منهم و کذا سائر صفاتهم لکن لا يظهر ذلک

صوفیوں کی غلط روش ورفتار پر تنقید

صوفی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ مقصد (اخلاق رذیلہ سے تخلی اور اخلاق جمیلہ سے تحلی) مالوف اور مرغوب چیزوں کے ترک کرنے، لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے، (ناجائز) مشقتیں جھیلنے کمزور کنندہ، بھوک برداشت کرنے اور ہمیشہ جاگتے رہنے یا اس قسم کے دوسرے ان اعمال سے حاصل ہوتا ہے جن کی بجا آوری ان لوگوں کا طور طریقہ ہے۔

میں نے (صوفیوں میں سے) بعض ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنھوں نے (مذکورہ بالا) شدائد و تکالیف جھیلے ہیں مگر (بجائے اس کے کہ ان کے اخلاق جمیلہ بڑھتے اور اخلاق ردیہ کم ہوتے) اُلٹا ان کے اخلاق سیئہ میں اضافہ ہوگیا ہے اور اخلاق حسنہ کم ہوگئے ہیں کیونکہ (اس غلط قسم کی ریاضتوں اور جفاکشیوں کی وجہ سے) ان پر سودا کا غلبہ ہوجاتا ہے اس لیے ان کی بدخلقی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ کوئی شخص ان سے بات چیت نہیں کرسکتا اور ان کا عجب وتکبر اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ یہ گمان فاسد کرنے لگتے ہیں کہ وہ انبیاء کے درجہ سے بھی آگے نکل گئے ہیں اس لیے وہ تمام لوگوں کو برا سمجھتے ہیں اور ان سے وحشت ونفرت کرنے لگتے ہیں یہی کیفیت ان کے دوسرے صفات وحالات کی ہے لیکن

للخلق لعدم معاشرتهم و معاملتهم معهم

و علّي ان طريق معالجة ذالك ان يتوسّل الى الله تعالىٰ في دفع تلك الرّذائل ثم يتفكر في سوء عواقبها و عيوب نفسه ورذالة اصله و ما ينتهي اليه حاله و نقص اعماله و نياته ثم يعالج كل خصلة بتمرين النفس على ضدها حتى يصير ضدها له خلقاً و عادة و في اثناء ذالك يتفكر في الأخبار الواردة في ذمها و مدح ضدها و كتاب الكفر و الايمان من الكافي مشحون بها

ان لوگوں کے یہ حالات عام لوگوں پر اس لیے ظاہر نہیں ہوتے کہ ان کو ان کے ساتھ رہن سہن اور لین دین کا اتفاق نہیں ہوتا۔ (یا اگر ہوتا ہے تو بہت کم)

اخلاقِ رذیلہ سے گلو خلاصی کرانے کا طریقہ کار

میرا خیال یہ ہے کہ بُرے اخلاق سے گلو خلاصی کرانے کا (وہ طریقہ درست نہیں ہے جو صوفیوں نے مقرر کیا ہے بلکہ اس کا) صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ سب سے پہلے تو ان صفاتِ رذیلہ کے ازالہ کے سلسلہ میں خداوند عالم کی بارگاہ میں رجوع کرے، پھر ان اخلاقِ رذیلہ کے بُرے انجام، اپنے نفس کے عیوب، اپنی اصل حقیقت کی رذالت و دنائت[1]، اپنے انجام اور اپنے اعمال و نیات کے ناقص ہونے میں غور و فکر کرے۔ بعد ازاں نفس کو اس کی ہر بُری صفت کی ضد یعنی اچھی صفت کے اختیار کرنے پر آمادہ کرے یہاں تک کہ وہ صفت اس کی خصلت و عادت بن جائے، اس اثناء میں ان اخبار و آثار میں بھی برابر غور و تدبر کرتا رہے جو بُرے اخلاق کی مذمت اور اچھے اخلاق کی مدحت میں وارد

[1] جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس آدمی کی ابتداء وہ نطفہ گندیدہ ہو کہ جس کا ایک قطرہ خارج ہونے سے غسل جنابت واجب ہو جائے اور انتہا وہ مردہ ہو کہ جسے چھونے سے غسل مس میت واجب ہو جائے اسے تکبر و بڑائی کا دعویٰ کرنا زیب نہیں دیتا۔ (منہ عفی عنہ)

مثلاً صاحب البخل يداوي نفسه بعد التوسّل اليه تعالى و التفكّر في ان المال لا ينفعه بعد الموت والعطاء ينفعه و ان الله يخلفه ولا يخلف وعده ثم يتدبّر في الايات و الاخبار الواردة في ذمه و يزجر نفسه على العطاء ففي المرتبة الاولى يشق و في الثانية يسهل الى ان يصير العطاء له عادة و خلقا لا يمكنه تركه و كذا صاحب الترفّع في المجالس يعالج نفسه بعد ما ذكرنا بجلس مرارا دون ما يليق به من المجلس الى ان يصير له خلقا و هكذا في سائر الاخلاق و افضل ما يقرأ في التوسّل دعاء ان في الصحيفة الكاملة لمكارم الاخلاق

ہوئے ہیں۔ "اصول کافی باب الکفر والایمان اس قسم کی حدیثوں سے لبریز ہے۔ مثلاً ایک بخیل آدمی اور بخل کے مسئلہ میں خدا سے متوسل ہونے کے بعد اس بات میں غور وفکر کرے کہ مرنے کے بعد مال سے فائدہ نہیں رہے گا بلکہ اس کا (نیک کاموں میں) خرچ کرنا اس کو فائدہ دے گا اور اللہ اسے اس کا بدل دے گا اور خدا نے اس سے اجر وعوض کا جو وعدہ کیا ہے وہ ہرگز اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔

پھر ان آیات وروایات میں تدبر کرے جو بخل کی مذمت میں وارد ہوئے ہیں اور پھر اپنے نفس کو بخل پر سرزنش کرے تا کہ وہ عطا وبخشش پر آمادہ ہو جائے۔ چنانچہ پہلی بار اس پر بخشش شاق ضرور گذرے گی مگر دوبارہ آسان معلوم ہوگی یہاں تک کہ عطا وبخشش اس کی عادت بن جائے گی (پھر اسے عطا کرنے میں لطف محسوس ہوگا)۔ اسی طرح جس (متکبر مزاج آدمی کو) مجالس ومحافل میں بلند جگہ پر بیٹھنے کی عادت ہے وہ اس کا علاج اس طرح کرے کہ پہلے (بخیل کے بارہ میں) مذکورہ بالا انداز پر غور وفکر کرنے کے بعد (عمداً) بار بار اپنی شان کے لائق منصب ومقام سے پست تر جگہ پر بیٹھنے کی کوشش کرے یہاں تک کہ یہ (خاکساری و انکساری) اس کی خصلت وعادت بن جائے۔ یہی ترکیب دوسرے تمام اخلاق رذیلہ کو دور کرنے اور

والاستعاذة من سوء الاخلاق و ملازمة العبادة بشرائطها كافية في رفع تلك المهلكات ولا يحتاج الانسان الى ارتكاب البدع والتشريعات فيكون دفعاً للفاسد بالافسد.

ثم اعلم يا اخي ان النوافل اليومية و صلوة الليل متممة للفرائض و هي من سنن النبيّ لم يتركها الى ان مضى من الدنيا فلا تتركها و ان تركتها فاقضها حيث ما تيسرت

اخلاق حسنہ حاصل کرنے کے لیے سودمند ہے، اس سلسلہ میں بارگاہ ایزدی میں توسل و درخواست پیش کرنے کے بارے میں سب سے افضل دو دعائیں ہیں جو صحیفہ کاملہ میں موجود ہیں ایک دعائے مکارم الاخلاق دوسری دعاء و استعاذہ من سوء الاخلاق حقیقت یہ ہے کہ اگر شرعی عبادات کو ان کے مقررہ شرائط و آداب کے ساتھ بجالایا جائے تو وہی اخلاق مہلکہ کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں (صوفیوں کی طرح) بدعات اور خود ساختہ وظائف کی کوئی ضرورت نہیں رہتی ورنہ یہ فاسد کا دفاع افسد سے اور باطل کا ابطال ابطل سے ہوگا۔

نوافل اور نماز تہجد کا بیان:

اے برادر ایمانی تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ نوافل یومیہ اور نماز تہجد فرائض یومیہ کی (کمی) کے متمم (تمام کنندہ) ہیں اور یہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان سنن میں سے ہیں جن کو آنحضرتؐ نے دار دنیا سے رخصت ہونے تک مدت العمر میں کبھی ترک نہیں کیا اس لیے تم بھی انہیں ترک نہ کرو اور اگر کبھی ترک ہو جائیں تو حتی الامکان ان کی قضا بجالاؤ[1]

[1] متعدد روایات میں وارد ہے کہ جو شخص سنن و نوافل کو خفیف سمجھ کر باقاعدہ نہیں پڑھتا ہے بروز محشر (هذا مستخف لسنة رسول الله) کہہ کر پکارا جائے گا۔ (منہ عفی عنہ)

و عليک من الصّوم بالخميس الاوّل والآخر و الاربعاء الاولیٰ من العشر الاوسط فانها ايضاً من سنّته و عليک فی صلوة اللّيل بالدعوت و التضرّع والبکاء فان هذا الوقت من اللّيل محل قرب العبد من الرّب و باب الدّعاء والرّحمة و المناجاة مفتوح والقلب مجتمع والعمل فيه اقرب من الخلوص كما قال الله تعالیٰ انّ ناشئة اللّيل هی اشدّ وطأً و اقوم قيلاً و عليک فی ذلک الوقت بالدّعاء لاخوانک المؤمنين تفصيلاً فانّه اقضی لحاجتک و انت فيه بمثل ما طلبت لهم بل باضعافه

و عليک فی تعقيب صلوة

مستحبی روزوں کا بیان

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ہر ماہ کی پہلی اور آخری جمعرات اور درمیانے عشرہ کے پہلے بدھ کو روزہ رکھا جائے کیونکہ یہ بھی آنحضرتؐ کے سنن مقدسہ میں سے ایک سنت ہے اسی طرح نماز شب کو اس کی مخصوص دعاؤں اور تضرع وزاری کے ساتھ ضرور بجا لاؤ کیونکہ رات کا یہ وقت بندے کے لیے اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کا بہترین محل و مقام ہے اور اس وقت دعا و رحمت اور مناجات کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور اس وقت خاطر جمع ہوتی ہے اور عمل خلوص کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (چونکہ خدا کے سوا اس وقت اور کوئی شاذ و نادر ہی دیکھتا ہے) جیسا کہ خدا فرماتا ہے "رات کا اٹھنا ہے تو بڑی زحمت کا باعث مگر بات چیت کیلئے بہت موزوں ہے۔" نیز اس وقت لازم ہے کہ اپنے برادران ایمانی کے لیے بالتفصیل (نام بنام) دعا کرو کیونکہ ایسا کرنا خود تمہاری حاجت برآری کا بہت اچھا ذریعہ ہے جو کچھ اپنے دینی بھائیوں کیلئے طلب کروگے اس کے دو برابر بلکہ کئی گنا زیادہ خدا تمہیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور تمہاری حاجات بھی بر لائے گا۔

تعقیبات نماز پنجگانہ کا بیان

نماز صبح کے بعد تم پر (سرکار محمدؐ و آل محمدؐ سے

الفجر با لدعوات والاذکار المأثورة و المواظبة علیها فان تلک الساعة ساعة تقسیم الارزاق و علیک بعد ذالک فی مشیک و قیامک و قعودک عداوته ذکر سُبحان اللہ و الحمد للہ و لآ الہ الا اللہ و اللہ اکبرُ فانها ارکان عرش العبادة والمعرفة ثم الصلوة علی النبیّ فانها افضل الاعمال ثم

مواظبة قدر واف من هذه الاذکار الاربعة الواردة فی القرآن و الاخبار ماشآء اللہ لا قوة الا با اللہ لتیسیر الامور و حسبنا اللہ و نعم الوکیل لدفع الخوف من الاعداء و الشدائد و لآ الہ الا انت سُبحانک انی کنت من الظالمین لدفع هموم الدنیا و الاخرة و غمها و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیرٌ بالعباد لدفع کید الاعداء

منقول اوراد و وظائف اور دعاؤں کا پڑھنا اور ان پر مداومت کرنا لازم ہے کیونکہ اس وقت رزق تقسیم ہوتا ہے۔ بعد ازاں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے (تسبیحات اربعہ) پڑھنے پر مداومت کرو (اور وہ یہ ہیں) سُبحان اللہ والحمد للہ و لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر کیونکہ یہ تسبیحات عرش عبادت و معرفت کے ستون ہیں۔ پھر سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود وسلام بھیجنا افضل ترین عمل ہے پھر درج ذیل اذکار اربعہ کو جو قرآن وحدیث میں وارد ہیں کافی مقدار میں پڑھنے پر مواظبت کرو اور وہ یہ ہیں۔

بعض اذکار، واوراد مسنونہ کا بیان

(۱) وسعت رزق اور تسہیل امور کیلئے

ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

(۲) شر اعداء اور شدائد سے حفاظت کیلئے

حسبنا اللہ و نعم الوکیل

(۳) دنیا و آخرت کے ہموم وغموم کے دفعیہ کیلئے

لآ الہ الا انت سُبحانک انی کنت من الظالمین

(۴) دشمنوں کے مکر وفریب سے بچنے کیلئے

و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیرٌ بالعباد

ولاقل ما تواظب عليه من الاذكار كل يوم	اذکار و اوراد کی کم از کم وہ مقدار جو ہر روز پڑھنی چاہیئے وہ یہ ہے۔
ان تصلّی علی محمّد و آل محمّد ماة مرّة و فی یوم الجمعة و لیلتها الف مرّة	(۱) سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام پر ہر روز ایک سو بار اور شب و روز جمعہ میں ایک ہزار بار درود و سلام
و ان تقول کل یوم ثلث ماة و ستّین مرّة عدد عروق الجسد الحمدُ لِلّٰہ ربّ العٰلمین علی کل حال و ان قرأت ذالک عدد کل صباح و مساء فهو افضل	(۲) ہر روز جسم کی بڑی بڑی رگوں کی تعداد کے مطابق تین سو ساٹھ مرتبہ الحمدُ للہ ربّ العٰلمین علیٰ کلِّ حالٍ اور اگر ہر صبح و شام یہ مقدار پڑھی جائے تو افضل ہے
و قل فی کلّ یوم استغفر اللہ سبعین مرّةً و اتوب الی اللہ سبعین مرّةً و اکثر فی الاستغفار فانّه یکفّر الذّنوب و یزید فی الرّزق و فی الاولاد	(۳) ہر روز ستر بار استغفرُ اللہ اور ستر بار اتوبُ الی اللہ۔ جس قدر ہو سکے استغفار زیادہ کرو کیونکہ یہ بخشش گناہاں، وسعت رزق اور کثرت اولاد کا باعث ہے۔
و اقرأ کلّا من التسبیحات الاربعة ثلثین مرّة	(۴) تسبیحات اربعہ (ہر نماز کے بعد) تیس مرتبہ
و قل کل یوم ماة مرّة لآ الٰہ الّا اللہ الملکُ الحق المبین و ان تقدر فثلثین مرّة	(۵) ہر روز سو مرتبہ لا الٰہ الّا اللہ الملکُ الحقُّ المبینُ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کم از کم تیس مرتبہ پڑھنا ترک نہ کیا جائے۔
و قل کل یوم ماة مرّة لا حول	(۶) ہر روز سو بار لا حولَ ولا قُوّةَ الّا باللّٰہ کا

ولا قوة الا باللہ

ورد کیا جائے

و قل کل یوم عشر مرات اشهد ان لا اله الا الله و حده لا شریک له الها و احدا احدا صمدا لم یتخذ صاحبة ولا ولدا

(۷) ہر روز دس بار اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ اِلٰهًا وَاحِدًا اَحَدًا صَمَدًا لَمْ یَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَّ لَا وَلَدًا پڑھا جائے۔

و قل قبل طلوع الشمس و غروبها عشر مرات لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک و له الحمد یحیی و یمیت و هو حی لا یموت بیده الخیر و هو علی کل شیء قدیر

(۸) طلوع وغروب آفتاب سے قبل دس دس مرتبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْکَ لَهٗ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَ یُمِیْتُ وَ هُوَ حَیٌّ لَّا یَمُوْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَ هُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

وعشر مرات اعوذ بالله السمیع العلیم من همزات الشیاطین و اعوذ بالله ان یحضرون ان الله هو السمیع العلیم فانه قد ورد فی الاخبار انهما سنتان واجبتان و اذا نسیتهما فی وقتهما فاقضهما

(۹) طلوع وغروب سے پہلے دس بار اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّیَاطِیْنِ وَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔ اخبار میں وارد ہے کہ یہ دونوں ذکر سنت واجب ہیں لہذا اگر بروقت ان کا پڑھنا بھول جاؤ تو ان کی قضا کرو۔

و قل مائة مرة بعد صلوة المغرب و الغداة بسم الله الرحمن الرحیم لا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم وان لم تقدر فسبع مرات فانها امان من سبعین نوعا من البلاء

(۱۰) نماز صبح اور مغرب کے بعد سو بار بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم سات بار ضرور پڑھو کیونکہ یہ ذکر ستر قسم کی بلاؤں اور مصیبتوں سے باعث امن وامان ہے۔

و اكثر في قراءة سورة قل هو الله احد و انا انزلناه في ليلة القدر و ان قدرت ان تقرأ انا انزلناه في ليلة مائة مرة فافعل

وقرائة آية الكرسي و شهد الله و قل اللهم وسورة الحمد و قل هو الله احد بعد كل صلوة و قدورد على جميع ما ذكر لك الاخبار و لا شك ان كنت مؤمناً باهل بيت نبيك انها افضل من الاوراد المتحبة التي افتعلها من المخاطبين المبتدعين من اهل السنة التاركين الاقتداء باهل البيت

و عليك بصلوة جعفر بن ابي طالب و اقلها كل اسبوع مرة و عند الشدائد فانها مجربة لقضاء الحوائج و عليك بتحصيل كتب الدعاء و الاعمال المختصة بالايام و الليالي فان لكل منها تاثيراً خاصاً

(۱) سورۂ توحید (قُلْ هُوَ اللّٰهُ احد) اور سورۂ قدر (انّا انزلناهُ فِیْ لَیْلَةِ القدر) کو بکثرت پڑھو اگر ممکن ہو تو ہر روز سو بار سورۃ القدر پڑھا کرو

(۲) نیز ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی، آیت شهد اللّٰهُ انّهُ لَآ الٰه الاّ هُوَ۔ آیت قُلِ اللّٰهُمَّ مالکَ المُلْک سورۂ حمد اور سورۂ قل ہو اللہ احد پڑھو۔

اوپر جو کچھ اوراد و اذکار بیان کیے گئے ان سب کے متعلق معصومینؑ کے اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں اگر تمہارا اہلبیت نبوتؑ پر ایمان ہے تو تمہیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ وظائف اوراد و تحیہ (اور دعائے حبّی اور دعائے گنج العرش وغیرہ) سے بدرجہا بہتر و برتر ہیں جو اہل سنت کے چند جاہل بدعتی اور خاندان نبوت کی اقتداء کے تارک لوگوں کے مرتب کردہ ہیں

اسی طرح تم پر نماز جعفر بن ابی طالبؑ (طیار) کی بجا آوری بھی لازم ہے، کم از کم ہفتہ میں ایک بار اور شدائد و مصائب کی یلغار کے وقت سے (بار بار) پڑھنا چاہیے کیونکہ حاجت برآری کیلیے اس کا پڑھنا مجرب ہے۔ نیز تم پر ان کتابوں کی جمع بندی بھی لازم ہے جن میں عام دعاؤں کے علاوہ ان اعمال کا بھی تذکرہ ہے جو شب و روز کے ساتھ مختص ہیں کیونکہ ان اعمال میں سے ہر ایک عمل کا قریب

فی التقرّب الی اللہ

و ایاک و اتباع الاعمال التی لم تراھا فی الکتب المعتبرۃ من اخبار الشیعۃ فانہ قال رسولُ اللہ قلیل فی سُنّۃ خیر من کثیر فی بدعۃ

و علیک بقلۃ الاکل و النوم لا ترک الحیوانی او شیئٍ مما انعم اللہ بہ علیک و لا بحیث بحیث ولا تقدر علی العمل فان البدن مطیتک و تحتاج الی تقویتھا للاعمال الکثیرۃ و علیک بالسعی فی حلیۃ اکلک و ملبسک و بُعد ھما من الشبھات بل جمیع ما تصرفہ لنفسک او وجوہ البر

و علیک بقلۃ مصاحبۃ الفاسقین و الظلمین و معاشرتھم فان لصحبتھم تاثیراً عظیماً فی قساوۃ القلب و بُعدک عن اللہ الا

خداوندی حاصل کرنے میں ایک خاص اثر ہے۔[1]

خود ساختہ اوراد کی مذمت۔

خبردار ان اعمال کو ہرگز نہ بجالانا جن کو شیعہ کی کتب معتبرہ میں نہ پاؤ۔ جناب رسول خدا کا ارشاد ہے کہ سنت کے مطابق تھوڑا سا عمل، خلاف سنت (بطور بدعت) بہت سے عمل سے (بدرجہا) بہتر ہے۔

زرّیں ہدایات:

تم پر تھوڑا کھانا اور تھوڑا سونا لازم ہے نیز یہ کہ حیوانات کا کھانا اور حلال اور جائز نعمتوں کا استعمال بالکل ترک نہ کر دینا جس سے تم اس قدر کمزور ہو جاؤ کہ عمل بھی نہ بجالا سکو کیونکہ بدن تمہاری سواری ہے اور بہت سے اعمال و عبادات کیلئے تم اس کی تقویت کے محتاج ہو۔ نیز کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں بلکہ ان تمام چیزوں میں جنھیں تم اپنے ذاتی مصرف یا کسی نیکی کے کام میں صرف کرتے ہو یہ سعی و کوشش لازم ہے کہ وہ حلال ہوں اور شبہات سے دور ہوں۔

اچھے ہمنشیں کے اوصاف

اسی طرح جتنا ہو سکے فاسقوں اور ظالموں کی صحبت اور ہمنشینی کم کرو کیونکہ اس صحبت کو قساوت قلبی اور خدا سے دوری میں بڑا دخل ہے۔ ہاں البتہ اگر تمہاری غرض یہ ہے کہ ان کو نیکی کی ہدایت کرو یا کسی

[1] اس سلسلہ میں بفضلہ تعالیٰ ہماری کتاب زاد العباد و یوم المعاد کافی و وافی ہے (منہ عفی عنہ)

ان تجد في نفسك ان غرضك هدايتهم او دفع ظلم عن مظلوم او كنت تتقي منهم وعليك ان تختار من تجالسه وتصحبه ويكون معيناً الى آخرتك ولا تصاحب كل من تراه فان صحبة اكثر اهل زمانك تضرّ بدينك ودنياك قال الحواريون لعيسى عليه السّلام يا روح الله من نجالس قال من يذكركم الله رؤيته ويزيدكم في العلم منطقه ويرغبكم في الآخرة عمله

وينبغي ان تسكت عمّا لا يعنيك ولا تتكلم في الحلال والحرام بغير علم فان المفتي على شفير جهنّم وقد قال الله تعالى انّ الّذين يفترون على الله الكذب لا يفلحون وايضاً قال ويوم القيمة ترى الّذين كذبوا على الله

مظلوم سے (ان کے) ظلم کو دور کرو یا (ان سے) ترک تعلق میں جان یا مال کا خوف ہو (تو ان صورتوں میں ان سے ظاہری میل جول رکھنا جائز ہے۔) نیز ضروری ہے کہ کچھ ایسے ہمنشیں اختیار کرو جن کی ہمنشینی تمہارے لیے آخرت سنوارنے میں مددگار ہو۔ ہر شخص کی صحبت میں نہ بیٹھو کیونکہ اکثر اہل زمانہ وہ ہوتے ہیں جن کی صحبت دین و دنیا میں ضرر رساں ہوتی ہے۔ (وارد ہے کہ) حواریین نے جناب عیسیٰ کی خدمت میں عرض کیا "یا روح اللہ! ہم کس کی ہم نشینی اختیار کریں؟" فرمایا اس کے پاس بیٹھو جس کا دیکھنا تمہیں خدا یاد دلائے، جس کی گفتگو تمہارے علم کو بڑھائے اور جس کا عمل تمہیں آخرت میں رغبت دلائے۔ اور چاہیے کہ تم غیر ضروری باتوں میں دخل دینے کی بجائے خاموشی اختیار کرو۔

مداخلت فی الدین سے اجتناب کی تلقین

بغیر دینی علم کی بصیرت کے حلال و حرام کے احکام میں لب کشائی نہ کرو کیونکہ فتویٰ دینے والا شخص جہنم کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہے (کہ ادھر تھوڑی سی لغزش ہوئی اور ادھر جہنم میں گرا۔) خدا فرماتا ہے جو لوگ خدا پر افترا پردازی کرتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ نیز فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا پر جھوٹ

وجوههم مسودة

و ينبغي ان تغتنم صحبة العلماء الربانيين و تاخذ عنهم معالم دينك و تلاقي الزاهدين بل المتعبدين كثيراً ليعظك اعمالهم و اقوالهم و اطوارهم و اياك ان تظن بالمؤمنين الا خيراً و عليك ان تحمل كل ما ترى منهم على المحامل الصحيحة الحسنة و عليك بذكر الله عند البلايا والصبر عليها و عند النعم فتشكر ربك فيها و عند الطاعة فتعملها و عند المعصية فتتركها مخافة الله عزوجل و عليك بمطالعة الاخبار الواردة في صفات المؤمنين والمتقين خصوصاً خطبة اميرالمؤمنين التي القاها على همام و قد كتب والدي العلامة عليها شرحاً جامعاً فعليك

بولتے ہیں تم بروز قیامت دیکھو گے کہ ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔ (العیاذ باللہ)

صحبتِ علماء و زُہاد کا بیان:

علماء ربانیین کی صحبت کو غنیمت سمجھو اور ان سے دینی معلومات حاصل کرو اور زاہدوں بلکہ عام عبادت گزاروں سے (میل ملاقات رکھو) تاکہ ان کے اعمال، اقوال اور اخلاق و اطوار سے پند و نصیحت حاصل کرو۔ خبردار! اہلِ ایمان کے متعلق کبھی بدگمانی نہ کرو بلکہ ان سے حسنِ ظن رکھو اور ان کے ہر قول و فعل کو اچھے محمل پر محمول کرو اور بلاء و مصیبت، نعمت و راحت اور اطاعت و معصیت غرضیکہ ہر حال میں خدا کو یاد کرو لہٰذا مصیبت پر صبر اور نعمت پر اس کا شکر کرو، طاعت کے کام کو بجا لاؤ اور معصیت کو خوفِ خدا کی وجہ سے ترک کرو، نیز مؤمنین و متقین کے اوصاف میں جو اخبار وارد ہوئے ہیں ان کا ضرور مطالعہ کرو بالخصوص جناب امیرالمؤمنین کا (وہ بے مثال) خطبہ جو انہوں نے جناب ہمام کی استدعا پر متقین کے صفات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے جس کی بڑی جامع شرح میرے والد علام (ملا محمد تقی مجلسیؒ) نے تحریر فرمائی ہے اس کا مطالعہ ضرور کرو (جو نہج البلاغہ میں موجود ہے) [1]

SIBTAIN.COM

[1] افسوس کہ وہ شرح تا حال زیورِ طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ (لعل الله يحدث بعد ذالك امراً (منہ عفی عنہ)

بمطالعته

ثم اعلم يا اخي ان ما القيت اليك في هذه الرّسالة اخذتها كلها من معادن النبوّة و ما اقول من تلقاء نفسي و اياک ان تظن بالوالد العلّامة نور الله ضريحه انه كان من الصّوفية و يعتقد مسالكهم و مذاهبهم حاشاه عن ذالک و كيف يكون كذالک و هو كان آنس اهل زمانه باخبار اهل البيت عليهم السّلام و اعلمهم و اعملهم بها بل كان يسلک مسالک الزّهد و الورع و كان في بدو امره يتسمّى باسم التصوّف ليرغب اليه هذه الطّائفة و لا يتوحشوا منه فيردعهم عن تلک الا قاويل الفاسدة والاعمال المبتدعة و قد هدى كثيراً منهم الى الحق بهذه المجادلة الحسنة و لما رای في

اظہارِ حقیقت:

برادرانِ ایمانی کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے جو کچھ (عقائد و حقائق) اس رسالہ میں بیان کیے ہیں وہ سب میں نے معدنِ نبوت یعنی خاندانِ رسالت سے حاصل کیے ہیں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا۔ خیال رکھنا والد علامہ (خدا ان کی قبر کو منور فرمائے) کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ صوفیوں میں سے تھے اور ان کے مسلک و مذہب پر اعتقاد رکھتے تھے، ہرگز ایسا نہیں بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ وہ تمام ابناءِ زمان سے زیادہ اخبار اہلِ بیت کے ساتھ مانوس تھے، اور سب سے زیادہ عالم باعمل، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ زہد و ورع اور پرہیزگاری کے مسلک پر گامزن تھے ہاں البتہ ابتدا میں اپنے آپ کو صوفیت کے نام سے اس لیے موسوم کرتے تھے کہ یہ گروہ ان کی طرف راغب ہو اور ان سے وحشت نہ کرے تا کہ اس حیلے بہانے سے ان کو اُن کی اقاویلِ فاسدہ اور اعمالِ خودساختہ سے باز رکھ سکیں چنانچہ انھوں نے اس مجادلۂ حسنہ سے بہت سے لوگوں کو حق و حقیقت کی طرف ہدایت کی لیکن جب آخر عمر میں انھوں نے دیکھا کہ یہ مصلحت ختم ہوگئی اور ضلالت و طغیان کے نشان بظاہر بلند ہو گئے ہیں اور گروہِ شیطان غالب آگیا ہے اور ان کو یقین ہوگیا کہ یہ لوگ کھلم کھلا دشمن ہیں تو انھوں نے ان

SIBTAIN.COM

آخر عمره ان تلک المصلحة قد ضاعت و رفعت اعلام الضّلال والطّغیان و غلبت احزاب الشّیطان و علم انهم اعداء الله صریحاً تبرّأ منهم و کان یکفّرهم فی عقائدهم الباطلة و انا اعرف بطریقته و عندی خطوطه فی ذالک و لیکن هذا آخرما اردنا ایراده فی هذه الرسالة و ارجو من فضل الله تعالیٰ ان ینفعک بما القیت الیک و التمس منک ان لا تنسانی فی مظان اجابة الدّعاء و فقنا الله و ایاک لما یحبّ و یرضیٰ و جعلنا و ایاک ممن یذکر فتنفعه الذّکریٰ والسّلام علیٰ نبیّ الهدیٰ و آله العظماء.

سے بیزاری اختیار فرمائی اور ان کے عقائد باطلہ کی وجہ سے ان کی تکفیر بھی فرماتے تھے۔ میں سب لوگوں سے زیادہ ان کے طریقہ سے واقف ہوں (لان اهل البیت ادریٰ بما فی البیت) اور اس سلسلہ میں میرے پاس ان کے کئی مکتوبات بھی موجود ہیں ہم اس رسالہ میں جو کچھ لکھنا چاہتے تھے اس تحریر کو اس کا آخر ہونا چاہیے، مجھے خدا کے فضل و کرم سے امید کامل ہے کہ میں نے جو کچھ یہاں پیش کیا ہے وہ اس سے ضرور تمھیں فائدہ پہنچائے گا۔ تم سے التماس ہے کہ اجابت دعا کے اوقات میں مجھے دعائے خیر سے کبھی فراموش نہ کرنا (اور یہی اس احقر مترجم وشارح کی قارئین کرام سے استدعا ہے۔)

خداوند عالم ہمیں اور تمھیں اپنی پسندیدہ باتوں کے بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اور تمھیں ان لوگوں سے بنائے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں اور نصیحت ان کو فائدہ بھی پہنچاتی ہے۔ درود وسلام ہو رشد و ہدایت کے نبیؐ اور ان کی عظیم الشان آل پر والسّلام علیکم و رحمة الله و برکاتهٗ و آخر دعوانا ان الحمد لله ربّ العلمین۔

SIBTAIN.COM

مترجم و محشی

حضرت آیت اللہ العظمیٰ الشیخ محمد حسین نجفی مجتہد العصر دام ظلہ العالی